

# افانہ عترتِ اُمّ کلثوم

مصنف  
عبدالکریم مشتاق

[www.sirat-e-mustaqeem.net](http://www.sirat-e-mustaqeem.net)

ناشر  
رحمت اللہ بک ایجنسی - ناشران و تاجران کتب  
بہمنی بازار نزد خوجہ شیعہ اشاعہ شری مسجد کھارادر کراچی ۲

# جملہ حقوق ترجمہ و تالیف بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	_____	افسانہ عقدِ اُم کلثوم
مصنف	_____	عبد الکریم شتاق
طالع	_____	اکبر ابن حسن
کتابت	_____	سید محمد یوسف رضوی
تعداد اشاعت	_____	۵۰۰
اشاعت	_____	بادِ اول
ہدیہ	_____	

خامش

رحمت اللہیک ایجنسی ناشران و قاجرانِ کتب  
بمبئی بازارِ منتقلِ خوبہ شیعہ اشاعتی مسجد کھارادر کراچی

# فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ	نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	تقدیم	۵	۱۵	زمیر بن بکار	۲۲
۲	کہانی	۷	۱۶	عروین دینار	۲۲
۳	افسانہ	۱۵	۱۷	محمد بن عمر قادری	۲۲
۴	سرمذحلتے ہی اولے!	۱۵	۱۸	سبط ابن جوزی کا تبصرہ	۲۵
۵	میں کیا کروں رام مجھے بد حاصل گیا!	۲۴	۱۹	افسوس نکاح کا شرعی حیثیت کے ابطال	۲۵
۶	بے پروہ روایات	۲۴	۲۰	پہلی دلیل	۲۶
۷	نتائج	۲۰	۲۱	دوسری دلیل	۲۶
۸	صحاح ستہ کی غلطی	۳۰	۲۲	تیسری دلیل	۲۶
۹	عمر بن علی کو جوہر ملتا تو دیکھ	۳۰	۲۳	چوتھی دلیل	۲۷
۱۰	انوکھی شادی۔	۳۱	۲۴	پانچویں دلیل	۲۷
۱۱	بلانکاح دست درازی۔	۳۱	۲۵	چھٹی دلیل	۲۸
۱۲	مجرمانہ حملہ۔	۳۱	۲۶	حضرت فاروق اعظم کا نکاح ام کلثوم سے	۲۸
۱۳	مادریوں کا اقتدار	۳۴			
۱۴	محمد ابن اسحاق	۳۳			

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار	صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
			۳۶	کتب معتبرہ حضرت اشعہ	
۶.	مقتوب التواریخ	۴۱	۵۰	پہلا اعتراض و جواب	۲۷
۹.	علامہ مجلسی کا موقف	۴۲	۵۱	دوسرا اعتراض و جواب	۲۸
۹۱	معصوم کا انکار	۴۳		دلائل اذ کتب اہل سنت	۲۹
	ابو محمد فضل بن شاذان	۴۴	۵۲	کی تردید کی علماء کی زبانی	
۶۲	کی تردید -		۵۳	زیدور قیہ کی پیدائش	۳۰
۶۲	شیخ مفید کا تبصرہ	۴۵		چادروں کی تعظیم والی	۳۱
۷۰	حقیقت	۴۶	۵۴	روایات	
	اُمّ کلثوم کی شخصیت	۴۷	۵۶	نماز جنازہ والی روایات	۳۲
	کے تعین میں سنی		۵۸	شیعہ روایات کا جواب	۳۳
۷۳	علماء کی گھبراہٹ -		۵۸	عدالت گزارنے کا مسئلہ -	۳۴
	اُمّ کلثوم بنت علی	۴۸	۵۹	مسائلک الافہام کی روایت	۳۵
	اور اُمّ کلثوم زہیرہ عمر			زید و اُمّ کلثوم کا بیک	۳۶
۷۵	کا تقابلی جائزہ		۵۹	وقت فوت ہونا -	
۷۶	ایک شبہ کا ازالہ	۴۹	۵۹	شہید ثالث کا بیان	۳۷
	ترقی پر تنہائی	۵۰		علامہ شہر آشوب کی	۳۸
۷۸	کا شوق -		۵۹	رائے -	
	اُمّ کلثوم زہیرہ عمر	۵۱	۶۰	سر کاظم الہدیٰ کی تحریر	۳۹
۸۰	کون تھیں؟		۶۰	شیخ قمی کا اظہار	۴۰
۹۲	سیدہ اُمّ کلثوم کا شہرہ	۵۲			

۵  
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# تقدیم

لا اُنّی حمد ہے وہ ذات باری تعالیٰ جس نے بنی آدم کو عطیہ عقل عنایت فرما کر آدمی سے انسان بنایا۔ عقل کو تمام خوبیوں کا سرچشمہ تجربات کا محافظ، عزت کا موجب، علم کی جڑ اور فضیلت کا باعث مقرر فرمایا۔ عقل سے بڑھ کر کوئی چیز نفع بخش نہیں اور عقل سے زیادہ کوئی بے نیازی نہیں عقل یقینی دوست ہے اس کی مدد سے تمام امور کی اصلاح کی جاسکتی ہے عقل نہ کبھی دھوکا نہیں کھا سکتا ہے عقل ایک ایسی کسوٹی ہے جس پر ہر بات پرکھی جاسکتی ہے۔

لا ریب وہ خوش بخت ہستیاں مستحق درود و سلام ہیں جن کی عقل درجہ کمال پر فائز ہے۔ ان معزز و محترم ارواح سراپا عقل پر یہ خلاق عالمین کا انعام خاص ہے کہ انھیں عقل کل عطا کر کے تمام ظاہری و باطنی بنی سستوں، بُرائیوں، بدنامیوں اور غامبیوں سے اس طرح محفوظ رکھا جس طرح محفوظ رکھنے کا حق ہے۔

اللہ کی رحمت کے خصوصی حقدار وہ نفوس ہیں جن سے خدا نے بھلائی کی اور انھیں صحیح عقل سلیم کے ساتھ اعمال مستقیم بجالانے کی توفیق عطا کی۔

عقل کو نہ ہی دین سے جدا کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی علم اور عقل میں  
 جراثیم ممکن ہے علم دین، عقل اور عقیدوں ایک ہی راستی میں جکڑے ہوئے ہیں  
 ان کو علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ مذہب و ملامتہ الامیہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا  
 علم و قیاس کی بجائے عقل پر ہے۔ چنانچہ ہمارے کتابوں کا آغاز بھی کتاب العقل سے  
 ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں عقل کو حاکم کی حیثیت حاصل ہے، ہم عقل کو ہر معاملہ میں  
 رہنمائی کا چراغ مانتے ہیں احکام شریعت و فروع کو سمجھنے کے لئے عقل سے بڑا  
 کوئی ذریعہ ہمارے نزدیک معتبر نہیں ہے بلکہ ہمارے آئینہ کافرانہ ہے کہ اگر کوئی  
 حدیث کی خلاف عقل ہو تو اسے موضوع سمجھ کر قبول نہ کرے۔ ہر وہ چیز جو علم  
 اور حکم کی گرفت میں آسکتی ہے یا تو اسے لفظوں (قرآن و سنت) کی روشنی  
 میں سمجھا جاسکتا ہے یا عقل سلیم کے ذریعے سے۔ یا پھر دونوں سے جس کو صرف  
 عقل کی وساطت سے حیلہ علم میں لانا مطلوب ہوگا۔ اس سے وہ تمام امور  
 مراد ہیں جن میں عقل کا استعمال ہو سکتا ہے اور شریعت کا علم اس پر بظاہر موقوف  
 ہو لیکن شریعت محمدیہ ہی کا دوسرا نام عقل خالص بھی ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جب کسی امر میں خیرانی معلوم  
 ہو تو کسی عقلمند کی رائے کا اتباع کر۔ حکمت کے گہرے راز عقل سے معلوم  
 ہوتے ہیں عقل تمام کاموں کی دوستی کا باعث ہے۔ عقل غور و فکر کو دوست  
 کرتی ہے چنانچہ آئیے ہم عقداً تم کلمہ کہ کو بھی عقل کی روشنی میں دیکھیں اگر یہ  
 قصہ عقداً قابل اعتبار قرار پائے تو اس کی صحت مان لیں ورنہ اس کو دھرا کر عقل  
 وقت ضائع نہ کیا کریں اور بے عقلی کا ثبوت نہ دیں۔

پیلے ایک فرضی کہانی سنئے اس کے بعد افسانہ پڑھئے اور پھر حقیقت  
 صاف فرمائیے تب عقلی فیصلہ کیجئے۔ کہانی یہ ہے کہ

# کہانی

ایک تھا بادشاہ۔ ہمارا تمھارا اللہ بادشاہ۔ بادشاہ بہت مشہور تھا۔ اس کے چہرے گھر گھر تھے۔ لائبریریاں کاغذ حاکم کی سخاوت۔ دستم کی شجاعت، سکندر کی فتوحات، لقمان کی حکمت افلاطون کا فلسفہ، توفیق دُنیا کے تمام گزرتے ہوئے مشاہیر لوگوں کے صفات اس بادشاہ کی رعایا نے اپنے اس نعل سبحانی کے لئے میراث بخوبی کر رکھے تھے خواہ کی محبت اس سے عقیدت بن چکی تھی لوگوں میں مشہور تھا کہ اگر نبوت کا دہانہ بند نہ ہوتا تو یہ سلطان ضرور بنی ہو جاتا۔ رعیت کا ہر لڑکہ یہ فرمانہ و اجملہ صفات حسنہ سے متصف سمجھا جاتا تھا جب یہ بادشاہ اپنی عمر کے اٹھاون سال پورے کر چکا تو اُسے بیٹھے بیٹھے یہ خیال سوچا کہ وہ اپنے حسن و رہبر داماؤ کی صغیر سن کو اسی جس کی عمر چار پانچ برس کے لگ بھگ ہوگی بیاہ رچائے تاکہ حسن مذکورہ سے اس کا رشتہ دوہرا ہو جائے سبب پکا ہو جائے چنانچہ بادشاہ اب تدبیریں سوچنے لگا کہ کس طرح وہ اپنے اس ارادہ کی تکمیل کر سکتا ہے۔ اس کو یہ بھی خوف تھا کہ میرے نکاح میں تین بیویاں پہلے سے ہی موجود ہیں۔ اولاد بھی جوان ہے۔ سن و سال بھی شادی بچانے والے نہیں۔ کموں تو کیا کمروں؟ نام نامیوں کا بھی خیال تھا اور شریعت کی پابندی بھی ملحوظ تھی۔ کچھ دسار لیل، حور اریوں سے بادشاہ نے اپنی اس خواہش کا تذکرہ کیا۔ چند خوشامدیوں نے بڑھاپے کے جوان ہواؤں کی تحریق کے پل باندھے۔ بوڑھی گھوڑی کی لال لگام میں گولہ کناری کی لڑکیاں لٹکائیں اور بادشاہ حضور کو ایسا مہم لگا یا کہ ان کی رال ٹپکنی شروع ہوئی جی ہی جی میں بیولا نہ سما یا۔ ڈاڑھی پر گھنا خضاب کیا۔ نئی پوشاک زیب تن کی۔ گنگھی بچا ڈھائی اور بن سنور کر شاہانہ شان کے ساتھ اپنے داماد کے داماد کے پاس اس کی نابالغ بیٹی کا رشتہ مانگنے چلا۔ بڑھاپے میں

بیاہ کے چاؤ نے اس قدر حواس باختہ کر رکھا تھا کہ نہ سلام نہ دعا نہ خیر نہ قہر بیت جانتے ہی شاہی فرمان جاری کیا کہ اپنی بیٹی کا رشتہ ہم کو دو لوگ بچے کے لئے مقرر ہے۔ ہاں کہ بادشاہ کی عقل بڑھاپے میں سٹھپائی گئی ہے کہ اس گئی گذری عمر میں اپنی پرانی سی کا رشتہ مانگنے آگیا ہے۔ اور بڑی لڑکی چھوڑ کر نابالغ بچی سے نکاح کرنے کی خواہش کر رہا ہے۔ لڑکی کا باپ اپنی جگہ پر انگلی منہ میں لئے حالت سکتے میں ہے کہ یہ کیسا بادشاہ ہے۔ حاکم تو رعایا کا محافظ ہوتا ہے عوام کی بہو بیٹیوں کا باپ ہوتا ہے اس کا ذہنی لڑاؤ بھی بحال ہے کہ نہیں؟ بالکل رسم و رواج کے خلاف، تہذیب و تمدن کے عکس، ادب و تہذیب کے غیر متوافق یہ شخص کیسی پیچیدہ فرمائش کر رہا ہے مگر اقتدار کی نشیلی آنکھوں میں جھلکتا ہوا غیض و غضب، متکبر چہرہ پر نشاۃ جلالت سلطنت کا رعب و رعب پیشانی پر غصیل شکنیں مرکب کر رہی ہیں۔ ناراضگی کی صورت میں انجام عبرتناک اس شخص کی نگاہوں میں گھوم رہا ہے اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ میں مجبور و محکوم ہوں اور یہ حاکم جابر و مظلوم ہے۔ اگر سفیدانکار کروں گا تو عتاب کا مورد بھروں گا۔ اذیت بھی اٹھاؤں گا۔ اور ذک بھی کیونکہ جب محافظ ہی ٹیڑھے بن جائیں تو محافظت محال ہوتی ہے۔ رعایا کا یہ مظلوم شخص دینی زبان میں بادشاہ کے حضور التماس کرتا ہے کہ وہ اس منظور نظر بچی کا رشتہ پہلے پہلے بھائی کے بیٹے سے منسوب کر چکا ہے اور پھر یہ کہ یہ لڑکی ابھی شادی کے قابل نہیں ہے۔ بالکل سچی ہے۔

بادشاہ پر یہ عند کوئی اثر نہیں کرتا ہے۔ سنی ان سنی کے حکماء نے انداز میں کہتا ہے کہ میں وہ سب کچھ جانتا ہوں جو تمہارے دل میں ہے۔ تم بھڑک بولتے ہو۔ دیکھو میں بھی کوئی فریادھی انگلیوں سے نکالنا بھی جانتا ہوں۔ میری قوت و سطوت سے تم کو انار تمہاری حماقت ہوگی بہتری اسی میں ہے کہ تم میری



بات مان لو۔ یہ بے یار و مددگار شخص اپنی قسمت پر روتا ہوا مجبوراً اس  
 شفیق القلب بادشاہ کو یقین دلانے کے لئے وعدہ کرتا ہے کہ آپ اپنے محل  
 میں تشریف لے جائیں میں سچی گو آپ کے حرم میں روانہ کر دوں گا۔ آپ  
 خود ملاحظہ فرمائیے کہ یہ سچی یا بھی صغیر سن ہے۔ ہرگز قابل شادی نہیں  
 تاہم اگر عالی جاہ کا ارادہ ایسا ہی ہے تو بندہ ناچیز کی کیا مجال کہ حضور کے آگے  
 دم مار سکوں ؟

بادشاہ اس بات پر آمادہ ہو جاتا ہے اور اپنے محل میں واپس جاتا ہے  
 اور انتظار کی گھڑیاں گن گن کر گزارتا ہے۔ وہ بے تاب ہے اور مطلوبہ سادت  
 کو جلد از جلد قریب کرنے کا متمنی ہے۔

سچی کے گھر کے دوسرے افراد بھی اس رشتہ سے ناراض ہیں مگر حکومت کے  
 تشدد کا مقابلہ کیسے کیا جائے۔ مجبوراً سچی کو بنا سزا کر اس بڑھے بھڑپے  
 کی نفاظ گاہ میں روانہ کیا جاتا ہے۔ اس امید پر کہ شاید اس معصوم لڑکی  
 کی صغیر سنی اُسے مذہب ارادہ سے باز رکھے۔ مگر جب صغیر مردہ ہو جائے  
 غیرت مری جائے۔ حمیت سو جائے تو رحم کی لقیات محض فریب خوردہ خیالات  
 ہوتے ہیں۔ کمری اقتدار کا نشہ، ہوس و حرص کا غلبہ اور نفس امارہ کا تسلط

انسان کو اندھا کر دیتا ہے جب وہ سچی بادشاہ کے عشرت کدہ میں پہنچتی  
 ہے تو اس کو یہی معلوم ہے کہ وہ اپنے پرانا نا حضور کے پاس سلام  
 کرنے جا رہی ہے جیسے ہی یہ سچی اس شیطان بادشاہ کے محل میں داخل  
 ہوتی ہے وہ اُسے نانا سچی سلام کہتی ہے۔ بڑھا شیطان کھسیانہ ہو کر مُنہ  
 پھیر لیتا ہے اور لالچائی ہوئی بدنکا ہوں سے سچی کو مروتا پا دیکھتا ہے۔ مگر  
 اس کی معصومیت رتی بھر بھی اس درندہ صفت بادشاہ کے دل میں رحم  
 پیدا نہیں کرتی۔ اُٹھتا ہے۔ اپنے مکروہ ہاتھوں کو اس سچی کی طرف بڑھاتا

ہے اس طرح جیسے ایک قصاب ہاتھ میں چھری لئے بکری کے بچے کو ذبح کرنے کے ارادہ سے بکری کی طرف بڑھتا ہے۔ بچی اس کے یہ ظالمانہ نتیوہ دیکھ کر اپنا دفاع کرنا چاہتا ہے۔ مگر کہاں ساٹھ سالہ گروگ اور کہاں چار یا پنج سال کی لڑکی! یہ بے حیا بادشاہ اُس پاکیزہ و نازک بچی سے پہلے بوس کتنا گرتا ہے آغوش میں جھٹاتا ہے۔ سینے سے چمٹاتا ہے اور پھر میٹنی و بیڑہ کھولنے کی جسارت کرتا ہے۔ وہ تنگ شرافت درندہ قطعاً یہ بھیل چکا ہے کہ نہ ہی اس نابالغ سے ابھی اس کا نکاح ہوا ہے اور نہ ہی وہ ابھی ایسی حکمت کے قابل ہے مگر جو بھی اُسے اپنی ہوس کی پیاس بجھانے کا مناسب ذریعہ نظر آتا ہے اس کو کئے جا رہا ہے۔ بچی حیران ہے اور سخت غیف و غضب میں لپکا رہی ہے کہ کیا یہ ہودہ باتیں کہتے ہو۔ اگر تم بادشاہ نہ ہوتے تو میں تمہارا ناک چھوڑ دیتی۔ آنکھیں نکال لیتی۔ مگر یہ کھوکا بھیڑیا لٹس سے کس نہیں ہوتا ہے۔ اس کے کان پر جوں تک نہیں سنائی۔

آخر محل سے باہر دیباہیوں سے آکر کہتا ہے کہ مجھے مبارک باد دو۔ وہ پوچھتے ہیں کس بات پر؟ کہتا ہے کہ میں نے اپنی نابالغ پر لڑا اس سے خفیہ شادی رچا لی ہے۔ مجھے بتاؤ کہ اس سے ہم بستر کی کیسے کروں؟ وہ تو ابھی بچی ہے۔ دیباہ اس کی اس خلاف فطرت بات پر دل سے تو ناراض ہیں مگر زبان سے کچھ کہہ نہیں سکتے کیونکہ ان کو یہ خوف ہے کہ اس ظالم حاکم کے سامنے کھڑی گئی زبان گدی سے کھینچی جائے گی۔ اس کا دیرہ غضب ہمارا ہی زندگیوں اور بنات کا بہر حال سارے ملک میں بادشاہ کی اس مذہم و حقیر شادی کے بوجھ ہونے لگتے ہیں۔ حزب اختلاف اس کو خوب اچھالتے ہیں اور جی بھر کر اس کی رنگیلی کہانیاں چارباتیں بڑھا کر پھیلاتے ہیں۔ بادشاہ کے حواری و خوشامد ہی تو اس حرکت کو بادشاہ کی خوبی قرار دیتے ہیں مگر غیر جانبدار

لوگ بادشاہ کی بدجلنی، شقی القلبی، بدکرداری اور ستم ظریفی پر اس کی  
دل کھول کر مذمت کرتے ہیں۔

کچھ ہی عرصے بعد بادشاہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے اور  
اس فوجی دہن کے ہاتھوں کی مہندی بھی میلی نہیں ہوتی کہ بیوہ ہو جاتی ہے  
بادشاہ کے مرجانے کے بعد اس کے اس شیطانی فعل کی ہر طرف سے مذمت  
ہوتی ہے اور جو بھی یہ کہانی سنتا ہے بادشاہ پر لاکھ لعنت کہے بغیر  
نہیں رہتا۔ سندھ نسلیں ایسی یہودہ کہانی سننے پر بھی تیار نہیں ہوتی  
ہیں۔ اب آپ بھی اس بادشاہ کے بارے میں رائے قائم فرمائیں کہ وہ  
نیک دل و بلند کردار تھا یا فاسق و فاجر حکمران تھا ؟

بے شک یہ کہانی مطلقاً فرضی اور جھوٹی ہے مگر بدقسمتی سے  
اس سے بالکل ملتا جلتا جھوٹا قصہ اسلام کی اس بزرگ ہستی سے  
منسوب کیا جاتا ہے جسے بہت ہی محترم و محترم ہونا چاہیے۔ یہ وہ ذات  
ہے جس کے لئے مشہور ہے کہ رسول اللہ کی حدیث ہے "شیطان وہ کتا  
جھوڑ دیتا ہے جس راہ پر عمر جا رہا ہو" ان ہی حضرت عمر فاروق اعظم  
الہ سنت کی سیرت پر حملہ کرنے کے لئے اُن کے نادان دوستوں نے یہ  
قصہ و اہی مشہور کر رکھا ہے۔

یہ افسانہ اس قدر تزیین سے گرا ہوا ہے کہ ہمارے نزدیک  
اگر عام مسلمان بھی ایسی شنیع حرکت کرے تو اس کی کم سے کم سزا  
سنگساری ہونا چاہیے اور میرے ذاتی خیال کے مطابق ایسے بدجل شخص  
کو مسلمان ہی نہیں کہنا چاہیے۔ تاریخ اسلام کے سلاطین میں یزید بن  
معاویہ ملعون بہت ظالم، فاسق و فاجر اور بے دین حاکم گذار ہے۔ مگر  
ایسا کھڑا کردار اس بد بخت کا بھی ثابت نہیں کیا جاسکتا ہے مگر افسوس

۱۲  
 نہ کہ ہمارے سیدھے سادے مسلمان بھائی حضرت عمر بن خطاب حبیبی بڑی شخصیت  
 کی ذات سے یہ شرمناک کہانی منسوب کر کے ان کی رسوائی کے اسباب  
 پیدا کرتے ہیں بلکہ بعض جھٹلا کو تو اس پر اصرار ہے کہ یہ قصہ وہی سچا  
 سمجھا جائے۔

شذیہ و سخی اختلافات تو رہے ایک طرف محض اندرونی کشمکش  
 کے باعث ہمیں اسلام اور بزرگان اسلام کی توہین دیگر اقوام سے کروانا  
 زیب نہیں دیتا ہے محض شذیہ دشمنی کے باعث اتنا بڑا نقصان برداشت  
 کرنا دانتندی نہیں ہے۔ لہذا ہر کلمہ گو مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنے  
 مقدس دین کی عزت و توقیر کی حفاظت ملحوظ رکھے اور صرف ہند کی خاطر  
 دین کا بیڑا غرق کرنے کی حماقت نہ کرے۔ یہ بات روز روشن کی طرح  
 عیاں ہے کہ ہم شیعہ اہلبیت کے مذہبی عقائد میں حضرت عمر کا کوئی مقام  
 نہیں ہے۔ ہمارے مذہب کے مطابق ان پر تنقید اور نکتہ چینی پر کوئی پابندی  
 نہیں ہے لیکن اس کے باوجود ہم حضرت عمر کو بحیثیت انسان، سیاستدان  
 خیر رسول اور حاکم المسلمین ایک محتاط و مدبّر شخص سمجھتے ہیں۔ ہم  
 ان کی ذات پر ایسے رکیک حملے کرنا کبھی پسند نہیں کرتے ہیں۔ ہمارے  
 مذہبی و سیاسی اختلافات اپنی جگہ قائم ہیں اور ہمارے مسلمات اپنے  
 مقام پر اٹل ہیں مگر جناب عمر بن خطاب کی شان ایسی مکر وہ و مجنونانہ  
 حرکات سے بلاشبہ بلند تھی۔ ہمیں مرنا ہے۔ خدا کے حضور جواب دہ ہونا  
 ہے۔ اپنے اعمال کا حساب خود دینا ہے۔ لہذا ہم بنانگ دہل اعلان کرتے  
 ہیں کہ حضرت عمر پر لگائی گئی اس نازیبا تہمت سے ہمارا کسی قسم کا کوئی واسطہ  
 نہیں ہے بلکہ ہم مسلسل ان کی صفائی دیتے چلے آ رہے ہیں یہ سفید جھوٹ  
 ہے جو ان سے منسوب ہو گیا ہے۔

اس قصہ کو ہم نے پہلے فرضی کہانی میں پیش کیا تاکہ ناظرین کو موضوع سخن میں اشارات و تشبیحات کی احتیاج و فحاحت نہ لگے۔ اور ذہن ابتداءً نتائج مرتب کرنے پر تیار رہے۔ اب ہم افسانہ لکھیں گے طرز نگارش خالصتاً افسانوی تو نہیں مگر نیم افسانوی اختیار کیا گیا ہے چونکہ فطرۃ مذہبی تحریروں کی عادت ہے۔ لہذا اس افسانہ کو معنوی لفظ سے تو افسانہ سمجھ لیا جائے مگر ادبی میزان پر اس کا وزن معلوم نہ کیا جائے۔ عبارت مضمون کی بجائے نفس مضمون پر توجہ مبذول کرانا مد نظر ہے لہذا مطالب و مفہوم کو حسن تحریر و انداز نگارش کی خامیوں پر فوقیت دینے کی التماس کی جاتی ہے۔

اس افسانے کے کردار فرضی ہیں ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے معترضین کی حیثیت سے ایک اینگلہ انڈین طالبہ ایلزبتھ نامی کا کردار وضع کیا گیا ہے۔ اور چند ابتدائی مکالموں میں اس کی گفتگو کو اینگلو اردو زبان میں لکھا گیا ہے مگر بعد میں اس طریقہ کو ترک کر دیا گیا ہے اور عام فہم اردو زبان استعمال کی گئی ہے کیونکہ بعض وجوہات کے باعث ایسا کرنا مفید سمجھا گیا ہے۔

اصلی عبارات کے تراجم پر اکتفا کیا گیا ہے مگر حوالہ جات مکمل نشان کردار سے لگے تاکہ محققین کو دشواری پیش نہ آئے۔ افسانے کے بعد اس قصہ کی حقیقت تاریخی اعتبار سے پیش خدمت کی گئی ہے۔ اور عقلاً، نقلاً، روایتاً، درایتاً، رواجاً، رسماً، تہذیباً، معاشرۃً، مذہباً، ادباً، تاریخاً ہر جہت سے اس قصہ و اہی کا قصہ پاک کہہ دیا گیا ہے۔

ہذا تمام اہل اسلام سے گزارش ہے وہ ان مندرجات پر خلوص  
نیت اور منصف مزاجی سے غور فرمائیں اور تحفظ ناموس اسلام و اکابرین  
اسلام کی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے ایسے واہیات، غیر معقول اور  
مردو کن قوتوں کو الف لیلیٰ کی داستان سمجھ کر ٹھکرا دیں اور پاک پیکر  
دین سران کا انملاک کر کے اپنے ہی آرے سے اپنے منہ پر گونہ کاٹیں  
ان قوتوں کا نہ ہی تعلیمات اسلامیہ سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی ان سے  
کسی افادیت کا پہلو نکلتا ہے۔ بلکہ سوائے بدنامی اور دوسریا ہی  
کے ان کے بچے اور کچھ نہیں ہے۔

امید واثق ہے کہ یہ مختصر سی گفت گو مؤثر ثابت ہوگی اور تمام  
اہل اسلام اپنے سچے دین کی حقانیت، رفعت شان اور سر بلندی  
کے لئے اسلام کی بنیادی تعلیمات کی روشنی کو دنیا کے کونہ کونہ میں  
پھیلانے کے عزم بلند رکھیں گے اور ایسے من گھڑت، بے سرو پا اور  
جھوٹے افسانوں کی تشہیر میں وقت و دولت کو ضایع نہ کریں گے۔  
دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کے دل میں دین اسلام  
کی سچی محبت پیدا کرے اور کمرہٴ ارضی کے ہر گوشہ میں خدا کے  
دین حق کی حکمرانی ہو۔

والسلام

عبد الکریم مشتاق

## افسانہ سرمندھاتے ہی اولے

افسانہ اسطرح ہوا ہے آج رات وکٹوریہ گریڈ کالج کے ہوسٹل میں خلاف معمول سناٹا چھایا ہوا ہے خنک ہوا کے باؤٹ ہوسٹل کی عمارت برف سے بھیج تھک چکی ہوئی ہے فضا میں دور دور تک بادلوں کے غٹ کے غٹ پھیلے ہوئے ہیں۔ جنوری کا مہینہ بیت جانے کو ہے لیکن ابر رحمت کا ایک قطرہ بھی نہیں ٹپکا ہے۔ شاید آج قدرت کو باران رحمت برسانا منظور ہے ممکن ہے اس وجہ سے فضا کی پختی سطح پر سیاہ گہرے بادل اُٹھ رہے ہیں اور اوپر کی سطح سیاہی مائل اور ہلکی سرمئی رنگت کی دکھائی دیتی ہے۔ تاریکی تیزی سے پھیل رہی ہے اور ریلوں کی روشنیاں مدہم پڑتی جا رہی ہیں۔

ہوسٹل میں طاعن سکوت اس بات کا ثبوت دے رہا ہے کھاناات سردی کی شدت سے محفوظ رہنے کی خاطر آج اپنی اپنی قیام گاہوں سے باہر آنا پسند نہیں کر رہی ہیں۔ اسی لئے کمرہ طعام، گراؤنڈ اور کینٹن دھیرے دھیرے سے معلوم ہوتے ہیں کمرہ کے دروازے اور کھڑکیاں بند ہیں۔ اوپر والی منزل کے کمرہ نمبر چار میں کوشن یوب کی کوئیں باہر آ رہی ہیں۔ یکایک ایک منفری وضع میں طبوس لڑکی تیزی سے ہوسٹل کا دروازہ کھولتی ہے اور جلدی جلدی اوپر اک کمرہ کے پردے تک دیتی ہے کہ ادھر ہوسٹل کا دروازہ شروع ہو جاتی ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے جل تھل ہو جاتا ہے۔

لیکن سچہ آج خلاف عادت سنجیدہ ہے۔ اس نے بیڑ کو اپنے حریف کر لیا اور اپنے بستر پر ٹیکہ لگا کر گہری سوچ میں ڈوب گئی ہے۔ دھندلی روشنی اور بیڑ کی سرمئی اس کے چہرے پر نور و نور فکر مندی کے آثار نمایاں کرتی ہیں حالانکہ

نے کافی کمی تیار کر لی ہیں اور ایک پیالی غائثہ کو دیکر دوسری پیالی ایلزبتھ کو پیش کرتی ہے۔

”نو بھئی آج ہمارا موڈ آف ہے“ ایلزبتھ نے کہا  
عائشہ :- کیا ہوا آج تمہارے موڈ کو۔ سردی میں آئی ہو۔ پی لو  
مزاج ٹھیک ہو جائے گا۔

ایلزبتھ کافی کاکپ لیتی ہے اور فلسفی طرزِ ادا سے چسکیاں لے لے کر بیٹھتا ہے۔ باہر بادل گرج رہے ہیں اور کھلی چمک رہی ہے۔ اندھا ایلزبتھ گرجدار آواز میں عائشہ پر برستی ہے جبکہ اس کا چہرہ غیض و غضب سے چمک رہا ہے  
”تم کیا ہر روز مجھ کو اپنے مذہب کی پریچ کرتی ہو اور اپنے دین کو ہمارے دین سے فارغ بناتی ہو۔ ہم کو سب معلوم ہو گیا ہے تمہارا اسلام کیسا ہے۔ تم کس طرح کے نظام کو لانے چاہتے ہو۔ بس اب تم ہم سے ریلیجیوں ٹاک مت کیا کرو“

عائشہ :- اودھ میم صاحب! کیا ہو گیا جو آج اس قدر لال پیلی ہو رہی ہو  
کیا نیتہ چل گیا آج تم کو۔ کچھ ہمیں بھی تو پتہ چلے۔  
ایلزبتھ :- بس ہم نے بولانا کہ اب مذہبی ٹاک نہیں ہوگا اسی میں بہتری ہے ورنہ ہمارا فریڈ شپ لوز ہوگا۔ کیا فائدہ ملے گا۔ جاؤ اب آرام کرو اور تجھے بھی سونے دو۔

غلیہ خانی پیاپیاں اٹھائے جاتی ہے اور اپنے بستر میں لحاف اوڑھ کر کسی کتاب کی ورق گردانی میں مصروف ہو جاتی ہے۔  
عائشہ کو ایلزبتھ کا یہ رویہ مایوس کن معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ مسلسل چھ ماہ سے ایلزبتھ کو دین اسلام کی تبلیغ کر رہی تھی اور اس محنت میں



کچھ کامیابیاں بھی حاصل ہوئی تھیں مگر آج بارش کے دن تو اس کی محنت پر بھی پانی پھر تانظر آ رہا تھا۔ اھلا سے کیسے چین آسکتا تھا جب تک کہ وہ ایلزبتھ سے پوچھ نہ لے کہ اچانک ہوا کا رخ کیسے تبدیل ہو گیا۔ عائشہ ایلزبتھ کے پلنگ کے پاس پڑے ہوئے بیڈ کے قریب اپنی کرسی لاتی ہے اور ایلزبتھ کا بازو پکڑ کر کہتی ہے۔

آخر ایسی بھی کیا ہے رنجی یار، کچھ بتاؤ تو سہی آج کیا ایسی نئی بات تمہیں معلوم ہو گئی جو اس قدر برہم ہو رہی ہو۔ میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ میں برا نہیں مانوں گی۔ ڈونٹ وری۔ یہ ریسرچ ہے۔ اگر تمہارا آب جکشن درست ہو گا تو ہم اُسے مان لیں گے۔ اور اگر تمہیں کوئی غلط فہمی ہو گئی ہو گی تو اس کو دور کرنے کی کوشش کریں گے۔ ہاں شاہاں بتاؤ۔ تمہیں ہماری قسم؟ ایلزبتھ۔ اچھا اگر تم مجبور کرتی ہو تو سنو۔ تم اپنے دین کو ہمارے سامنے بہت پاک و پاکیزہ بتلاتی ہو اور ہم عیسائیوں پر عیش و نشاط کا الزام دہرتی ہو۔ مگر ہم نے مطالعہ کیا ہے کہ ہمارا جیس کر الٹسٹین عالم شباب میں یعنی بیس سال کی عمر میں صلیب دیا گیا لیکن اس نے شادی تک نہ کی ہماری نٹنز اور پریسٹنز پھر زندگی بسر کو نار و حانیت کے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔ ٹھیک ہے ہمارا عام لوگ عیاش و شرابی ہے مگر ہمارے مذہبی فادرز تو بلند اخلاق کا نمونہ ہیں۔

لیکن ہماری حیرت کا انتہا نہیں رہا ہے کہ تم مسلمان کا سر دار عمر دی گریٹ اپنی نابالغ پر لڑا اسی سے شادی رچاتا ہے اور اگر میں وہ سارا واقعہ کہوں تو آخریڈ ہوں کہ تم سخت فیل کر دو گی۔ جب تم لوگ کے پاپا کا کیرکیٹر ایسا ہے تو پھر بیلک کیسا ہو گا۔!

عائشہ :- ہوں۔ سمجھی تو تمھارا مطلب حضرت عمر فاروق اور حضرت  
 اُمّ کلثوم بنت علیؓ کے نکاح سے ہے ناں۔

ایلیٰ بن جحہ :- اُولیں۔ تمھنک اٹ کہ حضرت عمرؓ کی بیٹی حضرت حفصہؓ رسول  
 اسلام کے حرم میں تھیں لہذا حضرت اُمّ کلثومؓ حضرت حفصہؓ کی لڑاسی ہوئیں۔  
 تب حضرت عمرؓ کا اپنی سوتیلی پر لڑاسی کو اولڈایکج میں دالّے بنانا ایسا درست  
 واقعہ ہے جو کسی ذہل خیالی میں آج تک نہیں سنایا گیا ہے۔

عائشہ :- مالی ڈیرہ۔ یہ بات بظاہر درست ہے اور اس سے حضرت عمر فاروق  
 رضی اللہ عنہ کی انتہائی سبکی اور بے عزتی پائی جاتی ہے یقیناً جس وقت یہ نکاح  
 ہوا حضرت عمرؓ کا فی عمر سیدہ تھے۔ اولاد کی نعمت بھی حاصل تھی اور بیویاں بھی موجود  
 تھیں ظاہری اعتبار سے انھیں اس عقد کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ مگر رسول اللہ  
 صلعم سے انھیں کچھ ایسی وابستگی تھی اور کچھ ایسا والہانہ رابطہ تھا کہ وہ خاندان  
 نبوت سے تعلق بڑھانے کے انتہائی متمنی تھے۔ اس ارشاد پیغمبر نے ان کے  
 ارادے اور ان کی طلب کو اور بھی قوت دے رکھی تھی۔ خود (عمرؓ) فرماتے ہیں۔  
 ”میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود دیکھا ہے کہ قیامت

کے دن کل نسبتی سببی، اور صہری رشتے ٹوٹ جائیں گے۔ سوائے میرے  
 نسب و سبب اور صہرہ کے۔ مجھے حضور سے نسب (قرشتیت) اور سبب  
 (حفصہؓ کے نکاح کا تعلق) تو حاصل تھا۔ میں نے چاہا کہ یہ تعلق صہرہ بھی مجھے  
 حاصل ہوئے۔ (استیعاب جلد ۳ ص ۳۷) ذکر اُمّ کلثومؓ

حضرت امام زین العابدینؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ  
 نے حضرت علیؓ کو کرم اللہ وجہہ سے اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا رشتہ مانگا تو حضرت علیؓ  
 مرتضیٰ نے کہا میں نے تو اپنے بھتیجے عبداللہ بن جعفر کے لئے لکھا ہوا ہے حضرت عمرؓ

فاروق ہماجرین کے پاس (اور ایک دوسری روایت کے مطابق ہماجر اور انفاد کے پاس) آئے اور کہا مجھے مبارکباد کیوں نہیں دیتے۔ انھوں نے پوچھا کس بات کی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اُمّ کلثومؓ بنت علیؓ جو حضرت فاطمہؓ کی بیٹی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ قیامت کے دن ہر نسب اور سبب منقطع ہو جائے گا مگر میرا نسب اور سبب۔ پس میں نے کہا کہ مجھے آنحضرت کے ساتھ نسب اور سبب دونوں حاصل ہو جائیں۔ (یہاں سبب سے مراد سبب کا رل ہے جو ایک طرف سے حضرت حفصہؓ کے ذریعہ اور دوسری طرف سے حضرت اُمّ کلثومؓ کے ذریعہ صہری تعلق سے تکمیل پذیر ہو) (مسند رک امام حاکم جلد ۳ ص ۱۴)

ہمارے امام بیہقی نے اکابر اہل بیت رسول کی سند سے حضرت عمر فاروقؓ سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ انھوں نے حضورؐ کو فرماتے سنا کہ قیامت کے دن ہر تعلق صہر کا ہو، یا سبب کا یا نسبت کا ہر ایک سلسلہ ٹوٹ جائے گا سوائے میرے صہری سببی اور سببی تعلق کے مجھے آنحضرتؐ سے سببی ربط تو حاصل تھا میں نے جابا کہ اس کے ساتھ مجھے حضورؐ سے یہ سببی تعلق بھی حاصل ہو جائے۔ (سنن کبریٰ جلد ۷ ص ۱۱ مطبوعہ دکن، طبقات ابن سعد جلد ۵)

پس یہی وہ ایک وجہ تھی جس کے تحت حضرت عمرؓ نے یہ نکاح کیا۔ اس سے نہ ہی کوئی عیاشی مقصود تھی اور نہ ہی دنیوی غرض بلکہ اس کا کام تعلق سببی کی خاطر یا آنحضرتؐ صلعم کے امتثال کی خواہش پر آپؐ نے یہ نکاح کیا جس طرح آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرق عمر کے باوجود حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ ایسا بدستہ۔ یہ تو کوئی دہر معقول نہیں ہے کیونکہ ابھی کچھ ہی روز قبل تم نے کہا تھا کہ اسلام میں رشتہ داری معیار نفیلت نہیں ہے بلکہ پرہیزگاری

کی بنیاد پر مراتب کے درجات بنتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ تم نے کہا تھا کہ رسول کے والدین بھی یوہود پر مسلم ہونے کے چھینچے ہیں اور آپ کے چچا جو مرنے و سر پرست بھی تھے وہ بھی رسول کی رشتہ داری سے کوئی فائدہ نہ اٹھائیں گے اور ابوبہب کو بھی رسول کا چچا ہونا مفید نہ ہوگا۔ تو پھر اب یہاں وہ بات ایلانی **Abdullah** نہیں ہوتی ہے تم نے خود ہی کہہ لے کہ حضرت حفصہ حضرت عمر کی بیٹی رسول کے نکاح میں تھیں۔ کیا یہ سبب کافی نہ تھا۔ تب کیا ضروری تھا کہ میرا نہ سالی میں تین بیویوں کی موجودگی میں اپنی سوتیلی بہن کو اسی سے شادی نہ چاہی۔ یہ ایسا مکروہ واقعہ ہے جو کسی شریف خاندان میں کبھی سنا نہیں گیا ہے۔ معاف کرنا۔ اس بے جوڑ رشتہ کو دیکھ کر کوئی مہذب آدمی ایسا نہ ہو گا جو حضرت عمر کو نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھے۔ تم خود کوئی ایسی ایک ہی مثال ساری دنیا میں ڈھونڈ کر دو کہ آدم تا ہنوز کیا کوئی ایسا بے حیا اور بے غیرت شخص گذرا ہے جس نے تین ازواج کی موجودگی میں اپنی بیٹی کی لڑا سی سے بیاہ دیا ہو اور ایسی خلاف فطرت خواہش ظاہر کی ہو جو تنگ شرافت ہے۔ تو رسول والا خیال بھی مہمل نظر آتا ہے کہ یہ تو رسول آپ اولاد کے لئے سوچتے ہو اس وقت جو ان تھے۔ بڑھاپے میں کس نچی سے خود شادی کر لینا بڑی بے شرم سی بات معلوم ہوتی ہے۔

اور ہاں ابھی جو تم نے خواہ دیا تو اس سے یہ بات سامنے آئی کہ بڑے میاں سو بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ۔ یک نہ شد و رشد۔ ہم تو حضرت عمر کی اس حرکت نا زیبا پر تعجب تھے کہ تم نے اپنے دوسرے بزرگ کو اس سے بھی زیادہ گرا ہوا بیان کیا کہ حضرت علی جس کو تم لوگ شیخ خدا کہتے ہو اپنی بائیں کا اتنا کچا اور اپنے قول کا اتنا کڑا کہ اپنے بھتیجے کو دیا ہوا رشتہ بلا وجہ توڑ کر اپنی کس

بچی کی جوانی خراب کرنے کے لئے ایک بڈھے کھوسٹ کو دے دیتا ہے، تاکہ وہ  
بیچاری ماتھے پر ہاتھ رکھ کر ضعیف دولہا کی عمر کے دن گنتی رہی۔ اگر تم لوگ  
کا اسلام ایسا ہی ہے اور اس کے بزرگ اس قسم کے کردار دالے میں تو ایسے  
اسلام کو میرا دور ہی تسلیم ہے۔

عالیہ جوانی مسہری پر لٹی ان دونوں کی گفتگو خور سے سن رہی تھی اس  
کلام پر چونکہ اٹھی اُسے ایسا محسوس ہوا کہ اس کے کلیجے میں کسی شقی القلب نے  
زہر آلود حقیر گھونپ دیا ہے بے اختیار بڑکرا اٹھی اور بے تاب ہو کر چلائی۔  
عالیہ:- (O. You Shut up) یہ نہیں ہو سکتا کہ تم میرے

پیشوا کی شان میں کوئی لفظ بے ادبی کا استعمال کرو۔ اور میں اس کو  
خاموشی سے سن لوں۔ یہ قصہ دہرایا ہے۔ نہ ہی حضرت عمر ایسے گرسے ہوئے  
انسان تھے اور نہ ہی حضرت علی علیہ السلام کا ایسا کردار تھا جیسا عائشہ  
نے بیان کیا ہے۔ ہمارا دین تہذیب اور اخلاق کا سرچشمہ ہے۔ اس کے  
قوانین فطری ہیں مسئلہ ازدواج یہ ہے کہ خدا نے اپنی کتاب میں ان عورتوں کا  
بیان کیا ہے جس سے نکاح حرام ہے۔ بے چوڑ اور بغیر ہم بلکہ رشتہ داریوں سے  
اشارہ منع کیا ہے اور یہ ممانعت حکم عدل میں مضمون ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک  
ساتھ سالہ بزرگ تین ازدواج کی موجودگی میں صیغہ سن بیوی سے عدل کر رہی ہیں  
کے کا پس حضرت عمر قرآن کے اس حکم سے اگر واقف تھے تو پھر وہ ایسی  
غلطی کیسے کر سکتے تھے۔ تو بہ تو بہ پس عائشہ نے تو اوپر یہ بھی بیان کر دیا کہ  
حضرت عمر یہ شادی رچا کر لوگوں کے مجمع میں آگئے اور زبردستی مبارکبادیاں  
قبول کرنے کی خواہش فرمائی حالانکہ کوئی بھی شریف النفس انسان اس  
طرح کی حرکت کو ناظر نہیں آئے گا چہ جائیکہ حضرت عمر پر ایسے دیوانہ پن کا

الزام لگایا جائے اگر کوئی صاحب عقل اور آشنائے تہذیب و تیز اس شخص کو صحیح السامع سمجھ گا جو ساٹھ سال کی عمر میں اپنی صغیر سن پر لڑائی سے شادی نہ چا کر بازاہوں میں لوگوں سے مطالبہ کرتا پھرے کہ اس شادی پر اسے مبارکباد پیش کر دے۔ کیا یہ اپنے حرم کی مصداق نہ ہوگی؟ یہ تمام قصہ و اہیات ہے اور اس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

عالمشہ :- نہیں میں عالیہ یہ محض تمہارا قیاس ہے اور محض تمہارے ذاتی نظریے سے روایات کا ابطال نہیں ہو سکتا ہے جبکہ ایسی روایات تم شیعوں کی کتابوں میں بھی ہیں جو ثابت کرتی ہیں کہ یہ نکاح ہوا۔

عالیہ :- دیکھئے بہن۔ ہم شیعہ تو ایسے اہم لوگانی گلوچ میں شمار کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک جناب ام کلثوم بنت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نہ ہی حضرت عمر کے نکاح میں آئیں اور نہ ہی آسکتی تھیں۔ کوئی بھی صاحب عقل سلم اس بات کو قبول نہیں کرتا کہ حضرت عمر جیسا ذریعہ شخص ایسا خود درفتہ ہوا کہ سن و سال اور فطرت سب کا خیال بر طرف کر کے ایسے بے حوثانہ دواج کی طرف متوجہ ہوا۔ آپ لوگوں کو ہم پر شکوہ ہے کہ ہم حضرت عمر کو اچھا نہیں سمجھتے لیکن آپ لوگ خود اس بات کو فرض کر کے حضرت عمر کی سیرت پر ایسا دھبہ لگاتے ہیں کہ اگر ہم اس کو اپنی زبان پر لائیں تو آپ برا مان جائیں۔ بہتر یہ ہے کہ اس قصہ کو ترک کر دیجئے۔ ورنہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنی معروضات پیش کروں۔

عالمشہ :- تم بڑے متوق سے اپنے خیالات کا اظہار کر دو۔ مگر بلا انفسانیت اور طعن و تشنیع۔

عالیہ :- میں پوری کوشش کروں گی کہ رواداری سے بعد اختیار نہ ہو اور تمہارے مذہبی جذبات کو ٹھیس نہ لگے۔ تاہم اگر دوران گفتگو کوئی کلام ناگوار

گزرے تو اسے افہام و تفہیم کی خاطر درگزر کر لینا۔ بڑی مہربانی ہوگی۔ جان میں!  
یہ قصہ ایسا ہے ہو وہ اور ناگفتہ بہ ہے کہ اگر معاذ اللہ تمہارے کہنے سے  
صحیح مان لیا جائے تو اسلام کے دو بڑے بارکان کی سیرت و اعتدال ہو جاتی  
ہے اور ان کی ایسی توہین و تذلیل ہوتی ہے کہ جو شخص سنے گا وہ ان کے کردار  
بلکہ نام سے بھی نفرت کرے گا۔ جس کی ایک زندہ مثال جس ایلزبتھ تمہارے  
سامنے بیٹھی ہے اگر تم واقعی اس قصہ و اہی پر زور دینا چاہتی ہو تو پھر تمہیں  
یہ بھی ماننا پڑے گا کہ حضرت عمر ایک بڑے بے حیاء بے غیرت اور حمصی ہو س  
پرست آدمی تھے انھوں نے اپنی آخری عمر میں ایسے غیر معقول کام کی خواہش  
کی جس کا تصور کرنا بھی ذلالت ہے۔ اب اگر تم اس پہاڑ کو کھودنا ہی چاہتی ہو  
تو اس سے بڑا آدمی ہونے والا چوہا بھی نرالا ہو گا۔ غیر مسلمانوں کے لئے تو یہ بخت  
نامک ہو گا۔ یعنی سنٹی اٹھ سب لوگ جو حضرت عمر کو بڑا عالی وقار، بلند خیال اور  
پاکیزہ کہہ دار اعتقاد کرتے ہیں جب اس بات کو ثابت کریں گے تو یہ کوشش  
حضرت عمر کو بدترین بے حیاء اور انتہائی بے غیرت ثابت کرنے کی ہوگی کہ ایسے  
سفیہ النفس تھے کہ جس لڑکی کو ان کی بیٹی تو اسی کہتی تھی اس سے ساٹھ سال  
کی عمر میں شادی کی خواہش تھی جبکہ شیعہ جن پر دشمنی عمر ہونے کا الزام ہے  
وہ اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کریں گے کہ حضرت عمر ایسے بڑے آدمی  
نہ تھے۔ تم خود بخود کہو۔ اگر آج کوئی نیچ سے نیچ قوم کا بڑھا بھی اپنی بیٹی کی نواسی  
سے بیاہ کر نے کی خواہش کا اظہار کر دے تو لوگ اس کو کیا کہیں گے؟  
اگر نفوذِ اللہ یہ قصہ سچ ہے تو حضرت حفصہ پر بھی افسوس ہے کہ انھوں نے  
اپنے پردہ بزد گوار کو یہ نہ سمجھایا کہ اباجان آپ کی منت کیا ہوئی کہ میری نواسی سے  
شادی کرتے ہوئے کچھ بھی حیا نہیں آتی۔ ایسی بے ہودگی نہ صرف ہندوستان

میں قابلِ مذمت ہے بلکہ اہل عرب میں بھی یہ بات سخت مذموم ہے اور پھر جب ہم ان روایات کو دیکھتے ہیں تو اور بھی زور نکلے کھڑے ہوتے ہیں اور حضرت عمر کے خلاف نفرت کے جذبات میں تیزی سے اضافہ ہوتا ہے۔

## میں کیا کروں را مجھے بڑھامل گیا

عائشہ:۔ ایسی روایات کونسی ہیں؟  
عائشہ:۔ وہ ایسی تو ہیں آمیز روایات ہیں کہ جن کو بیان کرنا بھی مانع شرم و حیاء ہے لیکن اس بے ہودگی کی وضاحت اور ان موضوع روایات کی حقیقت روایت و روایت کے انکشاف کے لئے میں تمہیں چند منقولہ بحوالہ جاتا ہوں۔  
ای ڈاکٹری سے پڑھا دیتی ہوں۔ انہیں پڑھ کر خود فیصلہ کرنا کہ اس نکاح کے قابلِ شہیٰ حضرات کتنی زبردست گستاخی مثلاً عمر میں کرتے ہیں۔

عالیہ اچھتی ہے اور اپنے صندوق سے ایک ڈاکٹری نکال کر لاتی ہے اور مطلوبہ صفحہ نکال کر عائشہ کی طرف بڑھا کر دعوتِ مطالعہ دیتی ہے اور کہتی ہے اس مطالعہ آرام سے کرو۔ باقی گفت گو کل ہو گی۔ ڈاکٹری میں مرقوم ہے کہ

بے ہودہ روایات | ۱۔ حضرت عمر نے حضرت علی سے ان کی

مذخر ائمہ کلثوم کا رشتہ طلب کیا۔ حضرت علی نے فرمایا ابھی وہ کمسن ہے پس عمر نے کہا نہیں خدا کی قسم ایسا نہیں ہے بلکہ آپ محمد کو رشتہ نہیں دینا چاہتے اگر وہ کمسن ہے تو اس کو میرے پاس بھیج دو۔ پس حضرت علی نے کم کلثوم کو بلا کر ایک پوشاک دی اور کہا یہ عمر کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہہ دو میرے



والدہ کہتے ہیں یہ پوشاک کیسی ہے؟ پس جب وہ پوشاک لے کر عمر کے پاس گئی  
 آئیں اور پیغام دیا تو عمر نے اُمّ کلثوم کا بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ اُمّ کلثوم  
 نے کہا میرا بازو چھوڑ دو۔ کس اٹھوں نے چھوڑ دیا اور کہا بڑی اچھی پاکدامن  
 لڑکی ہے جا کر باپ سے کہہ دے کہ کتنی حسین اور کتنی خوبصورت ہے ایسی  
 نہیں ہے جیسا کہ تم نے کہا تھا۔ پس پھر علی نے اُمّ کلثوم کی عمر سے شادی  
 کر دی۔ ( ذخائر العقبیٰ ص ۱۹۸ )

۲۔ عمر نے علی سے اُمّ کلثوم کا رشتہ طلب کیا تو انھوں نے کہا وہ ابھی  
 چھوٹی بچی ہیں۔ عمر نے کہا میری اس سے شادی کر دیں میں اس کی فضیلت  
 طلب کرنا چاہتا ہوں جس کو کوئی بھی طلب کرنے والا نہیں۔ حضرت علی نے  
 کہا میں اُمّ کلثوم کو بھتا رہے پاس بھیجتا ہوں اگر تم اس کو پسند کرو تو میں نے  
 اس کی شادی تم سے کر دی پس حضرت علی نے اس کو ایک چادر دے کر بھیجا اور کہا  
 اس سے کہہ دینا کہ یہی وہ چادر ہے جو میں نے تم سے ہی تھی۔ اُمّ کلثوم نے  
 جا کر عمر سے یہ بات کہی تو عمر نے کہا۔ اللہ تم سے راہی ہو میں نے پسند کر لی۔  
 پس عمر نے اُمّ کلثوم کی بیڈلی کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس کو کھول دیا۔ اُمّ  
 کلثوم نے کہا تم ایسا کرتے ہو اگر تم امیر المومنین نہ ہوتے تو میں تمھاری  
 ناک توڑ دیتی پھر اُمّ کلثوم واپس گئیں اور حضرت علی سے واقعہ بیان کیا اور  
 کہا آپ نے مجھے بدکار بڑھے کی طرف بھیج دیا۔ حضرت علی نے فرمایا۔ اے بیٹی  
 وہ تمھارا شوہر ہے۔ پھر عمر ماجرین کی محفل میں آئے اور کہا مجھے مبارک  
 کہو، انھوں نے کہا کس لئے؟ کہا میں نے اُمّ کلثوم بنت علی سے شادی  
 کر لی ہے۔ ( استیعاب جلد ۱ ص ۴۶ )

عائشہ جوں جوں یہ روایات بڑھ رہی ہے قرطنامت سے پائی پائی

جو رہی ہے دل ہی دل میں کڑھتی ہے اس کا ضمیر بار بار اُسے جھنجھوڑ رہا ہے کہ اگر واقعی یہ بزرگ اس کے دار کے تھے تو ان کو ہرگز ہرگز مذہبی پیشوا تسلیم نہیں کرنا چاہیے یہاں یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک باپ ایسا بے عزت ہو کہ اپنی صغیر کن بیٹی کو خود ہی ایک بڑھے امیدوار کے گھر بھیج دے کہ وہ امتحان کرے۔ تو یہ تو بہ یہ گھٹیا حرکت تو کوئی رذیل سے رذیل بھی کرنے پر موت کو ترجیح دینا گوارہ کر لیا۔ چہ جائیکہ اسلام کے مہر و ماہ بزرگ کے بارے میں ایسا اتہام تجویز کیا جائے اور پھر وہ شخص جو طعنیہ العمری میں نابالغ لڑکی سے بیاہ کرنے پر بدعند ہے سقہ دہندہ صفت اور گنہگار ہے کہ محض سچی سے نازیبا حرکت کر رہا ہے جبکہ ابھی تک وہ اس کے حوالہ عقد میں بھی نہیں۔ الامان۔ ایسا کہ دار ہمارے پیشواؤں کا ہرگز نہیں ہو سکتا ہے۔

اسی خیالی کشمکش میں عائشہ ورق گردانی کر رہی ہے اوداب وہ تیسری روایت دیکھ رہی ہے۔ اس کو یہ بھی خدشہ ہے کہ اگر کہیں ایلزبتھ یہ کاروائی پڑھ لے گی تو ہاتھ آیا نہ کار لہو بھر میں نکل جائے گا۔ سادی محنت اکارت ہوگی تاہم وہ ذہنی خلفشار میں گرفتار مطالعہ میں مصروف ہے۔

۳۔ عمر بن خطاب نے حضرت علی سے اُمّ کلثوم کا رشتہ مانگا تو انھوں نے کہا کہ وہ صغیرہ ہے۔ حضرت عمر سے کہا گیا کہ حضرت علی نے آپ کو رشتہ دینے سے جواب دے دیا ہے پس انھوں نے پھر طلب کیا تو حضرت علی نے کہا میں اُمّ کلثوم کو محتفادی طرف بھیجوں گا اگر تم کو پسند آگئی تو وہ محتفادی بیوی ہے۔ پس علی نے اُمّ کلثوم کو بھیج دیا اور عمر نے ان کی بیٹی کھولی۔ اُمّ کلثوم نے کہا سہٹ جا اگر تو امیر المؤمنین نہ ہوتا تو میں تیری آنکھوں پر تھپڑ مارتی۔ (اصحاب جلد ۲ ص ۶۷۲)

اس روایت کے پڑھنے پر عائشہ کو ان ظالم حکمرانوں کا خیال آتا ہے جو

رعایا کی ہوبہو بیٹیوں کو اپنی خواب گاہوں کی زمینت بنانے کے لئے بڑا دشمن مشیر  
 ان کو کر لیتے تھے اور انسی طرح کا کہ دارا سے اپنے خلیفہ دوم فاروق اعظم کا نظر  
 آتا ہے کہ لڑکی کا باپ بوجہ صغیر سنی رشتہ دینے سے گمبذہ کہ رہا ہے اور وہ مجبور کر رہے  
 ہیں۔ لاچار باپ درندہ صفت حاکم کے محل میں اپنی بیٹی روانہ کرتا ہے اور  
 وہ ننگ نترافت اس بچی کی پنڈی کھول کر جبر کرنے کا ارادہ کرتا ہے کہ بچی کو اہلیت  
 شدیکہ کے عزائم کمرتی ہے اور اعتراف کمرتی ہے کہ اگر تو بادشاہ نہ ہوتا  
 تو مجھے تھپڑ رسید کمریتی۔ کیا اسلامی تعلیمات یہی ہیں جو اسلام کے دور مٹاؤں  
 کے گرداوں سے اس روایت کے مطابق ظاہر ہوتی ہیں اگر یہی اسلام ہے  
 تو پھر کفر اس سے لاکھ درجے اچھلے یقیناً یہ حکایات موضوع اور بے ہودہ ہیں۔  
 ایسے ہی ذہنی آثار چڑھاؤ میں مبتلا عائشہ اگلی روایت کا مطالعہ کمرتی ہے۔

۴۔ عمر بن خطاب نے حضرت علی سے ان کی بیٹی ام کلثوم کا رشتہ طلب کیا  
 تو انھوں نے کہا اے امیر المؤمنین ابھی وہ بچی ہے۔ عمر نے کہا خدا کی قسم ایسی  
 بات نہیں مگر مجھے علم ہے کہ آپ کے دل میں کیا ہے؟ پس علی نے حکم دیا اور بچی کو بچایا  
 سوزا لایا اور ایک چادر اس کو اوڑھائی گئی اور آپ نے کہا خلیفہ سے جا کر  
 میرا سلام کہہ دے اور کہہ دے اگر یہ چادر پسند آئے تو رکھ لو۔ ورنہ واپس کر دو  
 جب وہ بچی آئی تو عمر نے کہا اللہ تجھ میں اور تمھارے باپ میں برکت لائے ہمیں پسند  
 ہے۔ پس وہ باپ کے پاس واپس گئی اور کہا اس نے چادر نہیں کھونی بلکہ  
 مجھے ہی دیکھا پس آپ نے اس کی شادی کر دی۔ اور اس سے ایک لڑکا زید  
 پیدا ہوا۔ (طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۶۴)

عائشہ نے محسوس کیا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکی کا باپ  
 رشتہ دینے میں دل سے آبادہ نہیں ہے۔ بہر حال اگلی روایت پڑھتی ہے۔

۵۔ حضرت علی نے حکم دیا اور ام کلثوم کو آراستہ کیا گیا اور حضرت عمر کے پاس بھیجا گیا جب عمر نے اس کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور رط کی کڑائی آنکھ میں لے لیا اور بوسے دیئے اور دعا کی اور جب وہ اٹھنے لگی تو پینڈی سے پکڑ لیا اور اودھکا۔ باپ سے کہہ دینا میں بالکل راضی ہوں جب وہ اپنے باپ کے پاس واپس آئی اور ان کو سارا واقعہ سنایا تو علی نے ان کا نکاح عمر سے کر دیا۔  
(صواعق محرقة جلد ۱ صفحہ ۱۵۹)

یہ روایت دیکھ کر عائشہؓ اس عالم میں نظر آ رہی ہے اگر زمین جگہ دے تو زندہ دفن ہو جائے۔ فاروق اعظمؓ کی کتنی شرمناک انداز میں توہین کی گئی ہے۔ ایسی رنگ رلی تو محمد شاہ رنگیلے کے باب میں بھی نہیں مل سکتی ہے۔ امیر المومنین خلیفۃ المسلمینؒ صحابی رسولؐ ساٹھ سالہ بزرگ ایک غیر محرم نابالغ بچی کو نکاح کے بغیر گودی میں کھیچ کر بوس و کنار کرتا ہے پھر بیڈی کی طرف دست درازی کرتا ہے یہ خلیفہ راشد کا کردار ہے یا کسی ادب و عیاش فاسق و فاجر بادشاہ کی بدکرداری کا نمونہ ہے۔

۶۔ جب عمر نے علی سے رشتہ مانگا اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے بھی رسول خداؐ کا نسب و سبب حاصل ہو تو علی نے حسن اور حسین سے کہا تم اپنی بہن کی شادی اپنے بچا عمر سے کر دو۔ انھوں نے کہا وہ عورت ہے اپنے لئے خود اختیار کرے گی پس علی غصہ میں کھڑے ہو گئے اور حسن نے ان کا کپڑا پکڑ لیا اور کہا اے اباجان آپ کی ناراضگی ناقابل برداشت ہے پس حسن و حسین نے ام کلثوم کی شادی کر دی۔  
(صواعق محرقة جلد ۱ صفحہ ۱۵۵)

عائشہؓ نے اس روایت کا جھوٹ خود ہی عقلی مہارت سے تلاش کر لیا کیونکہ نابالغ بچی یا بالغ عاقلہ عورت کے نکاح کا اختیار شرعی وہی کو ہے۔ کوئی عورت اپنے

شرعی ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کر سکتی جیسا کہ امام مالک نے عوطا میں لکھا ہے جب ام کلثوم کے شرعی والی یعنی والدہ حضرت علیؑ خود موجود تھے تو ان کو حسن و حسین سے شادی کی درخواست کرنے کی کیا ضرورت تھی جبکہ شرعاً تزویج حتیٰ ان ہی کا تھا۔ اس دلیل پر عائشہ نے اس روایت کو مردود ٹھہرایا۔ اور اعلیٰ روایت کا مطالعہ

کے۔ عمر نے علی سے ان کی بیٹی ام کلثوم بنت فاطمہ کا رشتہ طلب کیا۔ علی نے کہا مجھ پر کچھ امراء ہیں۔ ان سے اجازت مانگ لوں پس آپ اولاد فاطمہ کے پاس آئے اور ان سے تذکرہ کیا انھوں نے کہا شادی کر دیں۔ آپ نے ام کلثوم کو بلایا جبکہ وہ گامیہ (دودھ پیتی بچی) تھیں۔ اور کہا جا کر عمر سے کہہ دے کہ میں نے تیری مطلوبہ حاجت پوری کر دی۔ جب ام کلثوم یہ پیغام لے کر عمر کے پاس گئیں تو انھوں نے ام کلثوم کو بیکر کر سینہ سے چٹایا اور کہا میں نے اس کے باپ سے رشتہ مانگا تھا تو انھوں نے اس سے میری شادی کر دی۔ (ذخائر الحقیقی ص ۱۹۹)

عائشہ اس بے سرو پا روایت پر سیدھا نظر آتی ہے۔ بیچ و تاب کھائی ہوئی غور و فکر میں مصروف ہے اس نے سوچا کہ کبھی اولاد کو کبھی کوئی باپ امراء کہتا ہے حضرت علیؑ کو کیا ہوا جو اولاد فاطمہؑ کو امراء کہہ کر خلاف اخلاق بات کر رہے ہیں پھر جب شادی پر رضامند نہ ہو گئے تو تمھیں رضامندی نکاح کے لئے کافی نہ ہو گی بلکہ حیضہ ایجاب و قبول رکھن ہیں۔ گو انہوں کی موجودگی ضروری ہے۔ لیکن یہاں بلا عقد ہی لڑکی روانہ ہو گئی اور دو لکھا صاحب بغیر نکاح ہی لڑکی کو سینے سے چٹا کر شادی کا اعلان کر رہے ہیں۔ یہ بالکل بیکو اس ہے کیونکہ حضرت فاروق شرعی مسائل سے واقف تھے اور ایسا جرم وہ نہیں کر سکتے تھے۔ یہ قطعاً عجیب و غریب ہے۔

# نتائج

**صحاح ستہ کی خاموشی** | رات کافی گزر چکی ہے۔ بارش بھی تھم گئی ہے عالمیہ اور ایلینز بچہ دونوں اپنی اپنی مسہرلوں پر کھوڑے بیچ کر سو چکی ہیں۔ عائشہ بھی اب تھکن محسوس نہ رہی ہے اسے صبح کا لٹ بھی جانا ہے۔ لہذا وہ ڈائری کو سر ہانے رکھ دیتی ہے اور کمرہ کی یوٹوب بند کر کے سونے کی تیاری کرتی ہے۔ لیکن آج اس کی نیند اڑی ہوئی لگتی ہے۔ ذہن پر ایک بوجھ محسوس ہوتا ہے سونا بچا ہلتی ہے مگر سو نہیں سکتی کمرہ وٹ بدلتی ہے مگر کسی کمرہ وٹ بھی نیند آنے کا نام نہیں لیتی وہ سوچ و بچار میں غرق ہو جاتی ہے اسے احساس ہوتا ہے کہ ہماری صحاح ستہ میں تو اس نکاح کا کہیں ذکر تک نہیں ملتا ہے حالانکہ حضرت عمر کے فضائل اور مناقب سے یہ چھوکتا میں بھر لوں میں مگر ایسا واقعہ کسی جگہ نہیں مل پاتا ہے وہ جی ہی جی میں ان منقولہ روایات کا سرسری جائزہ لے رہی ہے اور اس کے ذہن میں یہ نتائج پیدا ہوئے ہیں کہ

**عمر نے علی کو چھوٹا قرار دیا** | ۲۱۔ حضرت عمر ساٹھ سال کی عمر میں حضرت علی سے ایک کمسن اور بدوائے صبیحہ یعنی دودھ پیتی بچی کا رشتہ طلب کرتے ہیں حضرت مرتضیٰ یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ وہ بچی ابھی چھوٹی ہے شادی کے لائق نہیں ہے مگر خلیفہ باپ کو جھٹلا دیتے ہیں اور خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے بلکہ جو بچہ تھارے دل میں ہے میں اس سے واقف ہوں یعنی قسم کھا کر حضرت عمر نے حضرت علی کو چھوٹا قرار دیا ہے جبکہ دونوں بزرگ ایک دوسرے پر یکساں بھروسہ رکھتے تھے حسب العقیدہ۔

**آنکھی شادی |** ب۔ پھر یہ شادی بھی بڑی آنکھی ہے۔ عقد نکاح کے لئے کوئی محفل مسنون منعقد نہ ہوئی اکابر صحابہ مہاجرین و انصار میں سے کسی کو مدعو نہیں کیا جاتا ہے بلکہ شرفاء کی عادت کے خلاف باپ کہہ رہا ہے کہ میں لڑکی کو تمھارے ہاں روانہ کروں گا۔ اگر تم نے پسند کر لی تو وہ تمھاری بیوی ہوگی۔ استغفر اللہ ایسی بے غیرتی تو ایک گھسیادہ بھی نہیں کر سکتا ہے اور پھر اسلامی تعلیمات کے مطابق تو یہ طریقہ شادی قطعاً لغو اور باطل ہے۔

**بلا نکاح دست درازی |** اُف اللہ۔ توبہ توبہ یہ پہلو کس قدر شرمناک ہے کہ ایک اسلامی خلیفہ، صحابی رسولؐ، غیر شرعی طور پر ایک ناجحرم۔ نابالغ خاندان رسولؐ کی بچے سے دست درازی کر رہا ہے۔ بازو کھینچتا ہے، ہڈی کھولتا ہے۔ سینے سے چپاتا ہے۔ بوس و کنار کرتا ہے۔ وہائی ہے۔۔۔ اس وقت آسمان کیوں نہ گر گیا۔ زمین شق کیوں نہ ہوئی۔ جب وہ محسوس کی غصہ میں آکر کہہ رہی ہے کہ اگر تم بادشاہ نہ ہوتے تو تمھاری ناک توڑ دیتی۔ یا آنکھ پھوڑ دیتی۔

**مجرمانہ حملہ |** خاکم بدھن اگر یہ ساری روایات صحیح ہیں تو پھر یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ساٹھ سال کی عمر میں ایک غیر حرم، کمسن بچی پر مجرمانہ حملہ کیا اور اگر کوئی دوسرا فرد ایسا کرتا تو اس کو عبرت ناک سزا دی جاتی مگر جب خود حاکم وقت نے یہ وحشیانہ قدم اٹھایا تو تعزیری کارروائی سالک نہ رہی۔ ان روایات سے تو صریحاً حضرت عمر کا ظلم۔ فاسق و فاجر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ایسے فحش الزامات کی موجودگی میں تو اس واقعہ و بیاہ کی جس قدر مذمت کی جائے کم ہے۔ ٹھیک ہے جو عائشہ اس نکاح کی منکر

ہے تو وہ ہرگز غلطی پر نہیں ہے لیکن اب ایلزبتھ کو کیسے مطمئن کیا جائے۔  
 عائشہ ان ہی خیالات میں کھوئی کہ رات بیت چکی۔ صبح کی اذان ہوئی  
 عالیہ بھی بیدار ہوئی اور ایلزبتھ بھی جاگ گئی۔ عائشہ و عالیہ نے اپنے اپنے طریقہ  
 سے نماز پڑھ رکھی اور کالچ جانے کی تیاری کرنے میں مصروف ہو گئیں۔ مگر  
 عائشہ کے چہرے پر بے خوابی کی طرح جھلک رہی ہے۔ اس میں وہ پہلے سا  
 اہٹاک نہیں پایا جاتا ہے۔ مگر وہ آرام کا بہترین ذریعہ تو نیند ہی ہوتا ہے اگر  
 نیند غائب ہو جائے تو قرار باقی نہیں رہتا ہے۔ عالیہ عائشہ کا روگ سمجھتی ہے  
 مگر دونوں کی خواہش یہ ہے کہ ایلزبتھ سے یہ کیفیت پوشیدہ رکھی جائے۔ اترا  
 چہرہ آنکھوں کی سوچن، پیشانی پر شکنیں، کڑی رنگت، لچھے بال، پریشان  
 حال دیکھ کر ایلزبتھ نے عائشہ سے پوچھا۔

ایلزبتھ :- میں عائشی کیا بات ہے آج بہت ورڈ دکھائی دیتی ہو۔  
 عائشہ :- نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں جس یونہی رات کو نیند پوری نہیں  
 ہوتی طبیعت پوچھیں کسی ہوتی ہے۔ تم لوگ تو ایسے سوئے کہ آنکھ جھپک کر  
 بھی نہ دیکھا۔

ایلزبتھ :- کوئی نرم سے ناراضگی تو نہیں؟  
 عائشہ :- نہیں نہیں قطعاً نہیں تم جیسی سوپڑ دوست سے بھلا  
 کس طرح ناراضگی ہو سکتی ہے۔

عالیہ :- واقعی عائشہ تمہارا چہرہ علیل دکھائی دے رہا ہے۔ ویسے بھی  
 باہر سرد رہا ہے اور آج کالچ میں پڑھائی ہونے کا امکان کم ہی نظر آتا ہے  
 تم تو آج آرام ہی کرو۔ چھٹی لے لو۔  
 عائشہ :- یہ تم نے دل کی کہی میرا بھی ایسا ہی ارادہ تھا۔ تم میری مرضی مینا۔



عالیہ اور ایلزبتھ اپنی اپنی کتابیں تیار کرتی ہیں اور ناشتہ وغیرہ کرنے کے بعد کالج روانہ ہو جاتی ہیں عائشہ پر اب نیند کا غلبہ ہے۔ وہ کمرے کا دروازہ بند کمرے کے لحاف اوڑھ کر سو جاتی ہے۔ اور دو تین گھنٹے کی کچی نیند لینے کے بعد بیدار ہوتی ہے اور رات والی ڈائری کا پھر سے مطالعہ شروع کر دیتی ہے اب وہ ان روایات کی تحقیق کرنا چاہتی ہے۔ اور ان کے راویوں کا اقتدار معلوم کرنے کی خواہش مند ہے۔

**راویوں کا اقتدار** | اس نے دیکھا کہ روایت ۱ کو ابن اسحاق نے عام بن عمر بن قنابہ سے روایت کیا ہے۔

**محمد ابن اسحاق** | جس کی روایت ذخائر العقبیٰ میں درج ہے اس کے بارے میں یحییٰ قطان نے کہا ہے کہ "ابن اسحاق کذاب ہے" مالک نے کہا "ابن اسحاق دجال ہے" سلیمان یحییٰ نے کہا "ابن اسحاق کذاب ہے" دارقطنی نے کہا کہ قابل احتجاج نہیں ہے۔ (میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۲۱) روایت ۲ کو ابو عمرو نے زبیر بن بکار سے روایت کیا ہے۔

**زبیر بن بکار** | زبیر بن بکار حدیث گھڑنا تھا اس کی حدیث ناقابل قبول ہے۔ (میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۳۹)

**تیسری ۲** روایت سفیان نے عمرو بن دینار سے روایت کی ہے۔ **عمرو بن دینار** | امام احمد نے کہا ہے کہ ابن دینار ضعیف ہے۔ (امام نسائی اور مزہ نے بھی ضعیف کہا ہے) (میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۲۸)

**محمد بن عمرو** | روایت ابن سعد نے محمد بن عمرو بن عمرو سے روایت کی ہے۔ **محمد بن عمرو** | امام نسائی نے کہا ہے کہ واقفی کذاب ہے اور بغداد میں اپنی کذب بیانی کی وجہ سے مشہور ہے (تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۳۶۹)

امام بخاری نے کہا ہے کہ واقدی متروک الحدیث ہے۔ مرہ نے کہا ہے کہ واقدی کوئی شے نہیں ہے یحییٰ بن معین نے کہا واقدی ضعیف ہے۔ ابن دائی کا قول ہے کہ واقدی کی بیسٹ ہزار حدیثیں بے اصل ہیں۔ امام شافعی نے کہا واقدی کی تمام کتب جھوٹ کا انبار ہے اسی واقدی کی کتابوں سے یورپین نے تصوف کی شان میں گستاخیاں کرنے کا مواد تلاش کیا ہے اور اسکی فضولیات اور لغو باتوں سے اسلام کو نقصان پہنچا ہے۔

(روزنامہ امر روز لاہور ۱۹/ اپریل ۱۹۷۸ء)

پانچویں روایت کی سند معلوم نہیں ہے جھٹی روایت پہنچتی ہے جس پر ترجیح کی جا چکی ہے اسی طرح ساتویں روایت پر بھی بحث ہو چکی ہے یہ روایات عموداً مجہول الحال روایات سے مروی ہیں جن کے احوال بھی کتب رجال میں نہیں ملتے ہیں۔ مثلاً ابن سعد نے انس بن عیاض لیتی۔ عمار بن ابی عامر۔ ابو حصین اور ابو خالد اسماعیل وغیرہ سے روایت کی میزان الاعتدال میں ان تمام راویوں کو مجہول الحال لکھا گیا ہے۔ ملاحظہ کریں میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۲۹۵۔

اسی طرح ہشام بن سعد بھی راوی ہے جسے نسائی نے ضعیف کہا ہے میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۲۵۷۔ اسماعیل بن عبد الرحمن سدی کو یحییٰ بن معین نے ضعیف لکھا ہے۔ لیث نے کاذب قرار دیا ہے۔ (میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۱۱) عطاء بن مسلم خراسانی کو بخاری نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اس کی حدیث سے احتجاج باطل ہے۔ (میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۱۱) عبد اللہ بن موسیٰ کو امام احمد حنبل نے صاحب تخریص کہا ہے۔ اس کی حدیث ترمذی میں ہیں میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۱۷۱) عبد الرحمن بن زید

بنی اسلم کو امام نسائی نے ضعیف کہا ہے۔ (میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۱۰۵)  
 اسی طرح ابن شہاب زہری کا نابھی ہونا اور دسٹمن علی ہونا مشہور  
 ہے۔ الغرض یہ واقعہ ایسے ناقابل اعتبار راویوں کی روایات پر انحصار کرتا  
 ہے جن کا علم رجال کی روشنی میں حال بیان کیا گیا ہے۔ یہ احوال بڑھ کر  
 عائشہ دل سے مطمئن ہے کہ یہ بے بنیاد روایات محض صحابہ کی زبردست توہین  
 اور تنگ اسلام کرنے کے لئے دشمنان دین نے گھڑی ہیں اور ان کا  
 حقیقت سے دور کا بھی تعلق ثابت نہیں ہوتا ہے۔ اور جب عائشہ  
 نے ڈاکڑی میں یہ بھی پڑھا کہ خود علمائے اہل سنت نے ان مردود روایات  
 کو ٹھکرا دیا ہے تو اسے مزید کون محسوس ہوا۔ چنانچہ اس نے دیکھا کہ اہل سنت  
 کے جلیل القدر عالم شیخ الاسلام امام سبط ابن جنزی نے تذکرہ تہذیب اللہ  
 ط ۳ پر ان روایات کے بارے میں بایں الفاظ تبصرہ کیا ہے۔

**سبط ابن جوزی کا تبصرہ** "میرے نانے کتاب المتظم میں ذکر  
 کیا ہے کہ علی نے ام کلثوم کو عمر کے پاس بھیجا تاکہ وہ اس کو دیکھیں اور عمر نے  
 ان کی پٹری کھول دی اور ان کو ہاتھ سے چھوا۔ میں کہتا ہوں کہ خدا کی قسم یہ  
 بدترین بات ہے اگر ہمارا کوئی کفر بھی ہو تو عمر اس سے یہ بدسلوکی نہ کرتے  
 کیونکہ باجماع المسلمین اجنبی عورت کو مس کرنا حرام ہے۔ لہذا یہ بات بھرت  
 عمر کی طرف کیسے منسوب کی جائے؟"

**افسوس نکاح کا شرعی حیثیت سے ابطال** علامہ سبط ابن جوزی  
 کے اس تبصرہ کے بعد ڈاکڑی میں مرقوم وہ بحث جس کے مطابق اہل سنت کے مذاہب اربعہ  
 کی فقہ میں روایات مندرجہ بالا کی روشنی میں اس نام نہاد فرضی نکاح کو باطل

غایت کیا گیا ہے عاثرہ بخور پڑھ رہی ہے اس بحث میں حنفی، شافعی، حنبلی،  
اور مالکی فقہ کے مطابق ٹھوس دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ یہ نکاح ہر  
صورت میں باطل ہے اور شریعت اسلامیہ کی کھلی حق لفت ہے۔

**پہلی دلیل** | ان روایات سے ثابت ہے کہ عقد مفروضہ میں ایجاب و قبول  
واقع نہیں ہوا اور نہ ہی اس میں گواہ بیٹھے نظر آتے ہیں۔ مذہب اہل سنتہ کا اس  
بات پر اتفاق ہے کہ ایجاب و قبول نکاح کا کرکن ہے کسی مسلمان کا نکاح بغیر دو  
عادل آزاد بالغ مسلمان گواہوں کی موجودگی کے منعقد نہیں ہو سکتا پس چونکہ اس  
افسانوی نکاح میں یہ شرائط مفقود ہیں اس لئے یہ نکاح قطعاً باطل اور غیر اسلامی ہے۔

**دوسری دلیل** | روایات بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ لڑکی کے ولی یعنی بھرت علی  
نے فرمایا "میں ام کلثوم کو بھارت سے پاس بھیجوں گا اگر تم کو پسند آگئی تو اس کی  
شادی تم سے کروں گا" (استیعاب جلد ۲ ص ۲۶۹) یا یہ کہا کہ "میں اس کو  
بھارت سے پاس بھیجوں گا اگر تم نے پسند کر لی تو وہ بھارتی بیوی کا ہے" (استیعاب  
جلد ۲ ص ۲۶۹)

"اگر یہ کے لفظ پر منحصر عقد اصطلاح میں "عقد معلق" کہلاتا ہے۔ اور  
مالکیوں، شافعیوں، اور حنفیوں کے نزدیک نکاح معلق باطل ہے بلکہ نکاح  
کو "ممنوع" ہونا چاہیئے۔

**تیسری دلیل** | روایات منقولہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ام کلثوم اس وقت  
کم سن اور نابالغ تھیں مگر ان روایات میں نکاح کے صیغے جاری ہونے کا  
کسی جگہ تذکرہ نہیں ملتا ہے اگرچہ نابالغ بچی کے نکاح میں ایک وکیل اور ایک  
گواہ کا ہونا کافی ہے تب بھی مذہب حنفی کے مطابق باپ کی موجودگی شرط ہے۔  
اگر باپ غائب ہے تو نکاح ناجائز ہوگا۔

اگر فرض کر لیا جائے کہ ام کلثوم کی عمر اس نکاح کے وقت دس گیارہ برس کی تھی تو یہ مفروضہ اور خطرناک ہو گا کہ روایات یہ ثابت کرتے ہیں کہ ام کلثوم سے حضرت عمر کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت طلب کی گئی ہو بلکہ واضح طور پر روایات میں مذکور ہے کہ حضرت عمر کی دست درازی کے بعد ان کو بتایا گیا کہ "اے بیٹی وہ تمہارا شوہر ہے" (استیعاب جلد ۱ ص ۶۶) یعنی اس بد تمیزی سے قبل لڑکی بالکل بے خبر تھی جبکہ اہل سنت کے ہاں امر مسلمہ ہے کہ حرہ بالغہ عاقلہ کا نکاح اس کی مرضی کے خلاف کرنا جائز نہیں ہے۔ اور نہ ہی ولی کے لئے جائز ہے کہ وہ بالغہ اور ناکتہ کو کسی سے نکاح کرنے پر مجبور کرے لہذا دونوں صورتوں میں نکاح درست قرار نہیں پاتا ہے تو پھر حضرت عمر کے لئے ایسا ناجائز نکاح بکھوڑ کر کے ان کی توہین و تذلیل کیوں کی جاتی ہے۔ براہِ ان اہل سنت کو اس کا سختی سے لحاظ رکھنا چاہیے۔

**چوتھی دلیل** | ان بے ہودہ روایتوں سے پوری طرح واضح ہے کہ اس نکاح کو صحابہ رسولؐ سے مخفی رکھا گیا ان کو اس عقد کی خبر تک نہ ہوئی مجباً ام کلثوم ناراض ہو کر واپس گئیں تو حضرت عمرؓ نے لوگوں سے مبارکباد دی کہ مطالبہ کیا۔ جب صحابہ نے وجہ دریافت کی تو انھوں نے ام کلثوم سے شادی کی خبر دی۔ جلی نے اپنی سیرت میں تو شرافت کے بجائے ادھیڑ کر رکھ دیئے ہیں انھوں نے روایت لکھی ہے کہ "حضرت عمرؓ نے مجلسِ مہاجرین میں جا کر یہ کہا کہ "مجھے مجامعت کرائیے صحابہ نے کہا کس سے، تو عمرؓ نے کہا میں نے ام کلثوم سے شادی کر لی ہے" (کتاب السیرت ص ۶۶)

(ڈاکٹر ی کی یہ عیادت پر ٹھہر کر عائشہؓ نے اپنا منہ گرمیاں میں چھپا لیا اور راحول پڑھنا شروع کر دیا۔) اس کے بعد جلی نے اظہارِ معذرت کیا کہ

شاید ایسی بات کہنے کی حرمت صحابہ کو نہیں پہنچتی تھی۔ (جو الکنز المکتم ۴۷۲)  
 حالانکہ شریعت کا حکم ہے کہ نکاح کو برسر عام کر دو۔ یہاں تک ہے کہ دف  
 بجائے تاکہ حرام و حلال کا فرق معلوم ہو سکے خود حضرت عمر کا قول ہے کہ نکاح کا پہلے  
 اعلان کیا جائے حضرت عمر کے دوسرے سارے نکاح بھی برسر عام ہوئے اور  
 دیگر کسی بھی صحابی نے جو ایسی چیزیں نکاح نہیں کیا ہے پس یہ پوشیدہ نکاح خود  
 اپنے آپ کو افسانہ ہی ثابت کرنے کا بین ثبوت ہے۔

**پانچویں دلیل** | ابن سعد کی طبقات میں اور دیگر کتابوں میں یہ مرقوم ہے  
 کہ ام کلثوم کا حق عمر چالیس ہزار درہم مقرر ہوا۔ یہ رقم حضرت عمر کے اپنے  
 ہی قول کے خلاف بات ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے "انہ الہ الخفا جلد  
 دوم ص ۱۱۷" میں تحریر کیا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا "حق مہر زیادہ نہ ہو بیونکہ  
 رسول اللہؐ نے اپنی کسی بیٹی کا مہر بارہ اوقیہ سے زیادہ نہ مقرر فرمایا" اسی  
 طرح شاہ ولی اللہ کے فرزند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تحفہ اثنائ عشریہ  
 میں لکھا ہے کہ حق مہر کا بڑھانا خلاف اصول پیغمبر ہے چونکہ صحیح احادیث میں حق مہر  
 بڑھانے کی ممانعت وارد ہے۔ اور حدیث میں ہے حق مہر آسان باندھو۔

(تحفہ اثنائ عشری ص ۹۵ فارسی)

مولوی شبلی نعمانی نے الفادوق فنۃ پر اسی رقم مہر یعنی ۱۰ ہزار کا  
 ذکر کیا ہے جو سر امر خرافت سنت رسولؐ بلکہ خود حضرت عمرؓ کا اپنے قول و  
 اصول سے انحراف ہے کہ دوسروں کو تو وہ زیادہ مہر باندھنے پر روکتے تھے اور  
 خود سبائیس سال کی عمر میں کس دلہن کا چالیس ہزار مہر دینے پر آمادہ ہو گئے  
**چھٹی دلیل** | زیر بحث روایات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ  
 میں حضرت عمرؓ کی نو بیویوں میں کی عمر چار یا پانچ برس کی تھی اور بعض مؤرخین کے

نزدیک حبیبہ یعنی دو ہفتی تھی یا پھر صغیرہ و نابالغہ تھیں اور ابن حجر مکی کی صورت  
محرّمین منقول روایت کے تحت وہ بہت چھوٹی تھیں ورنہ ان کے باپ  
ان کو عمر کے پاس نہ بھیجتے۔ شہاب الدین دولت آبادی کے نزدیک  
ان کی عمر پانچ برس کی تھی۔

یاسین موصی نے المہذب ص ۹۸ پر اور عمر رضا کمالی نے اعلام النساء ص ۲۵۶ پر  
تحریر کیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ذیقعد ۳۷ھ میں یہ شادی کی۔ شادی کے  
ایک سال بعد دخول کیا حالانکہ نابالغ بچی سے دخول کرنا فعل جہرام ہے خواہ وہ  
منکوحہ بھی کیوں نہ ہو۔ اب صاف ظاہر ہے کہ جب بوقت نکاح عمر چار پانچ  
برس تھی تو ایک سال بعد بالغ ہونا ممکن نہیں ہے پس روایتی لحاظ سے یہ  
نکاح بالکل من گھڑت افسانہ ہے۔

عائشہ پوری ڈیپٹی سے یہ ڈاکٹری مطالعہ کر رہی ہے اُسے یہ احساس  
ہے کہ اس نے اپنی سہیلی ایلزبتھ براؤن کی تعلیمات کو محض اس دلیل کے  
بل بوتے پر فوقیت دی ہے کہ اس کے احکام مسکٹفک ہونے کے ساتھ ساتھ  
اخلاقی اقدار کے محافظ بھی ہیں اس نے شارع علیہ السلام کی سیرت طیبہ اور  
اخلاق محمدیہ کے بیشتر نمونے بطور مثال پیش کر کے ایلزبتھ کے عقیدے میں  
ڈمککا ہٹ پیدا کر دی ہے۔ تہذیب اسلام اور اصول دین کی جامعیت پر  
مدلل مباحثے کر کے اسلام کو ایک عالمگیر ضابطہ حیات ثابت کرنے کی کوشش  
کی ہے لیکن اب وہ خوف زدہ ہے اُسے ڈر ہے کہ اس واقعہ دل سونکی روشنی  
میں اگر ایلزبتھ نے یہ کہہ دیا کہ اسلام کے دانت ہاتھی کے مانند ہیں دیکھنے  
کے اور کھانے کے اور۔ یہ تو ایسا کالامذہب ہے کہ ایک ستون اسلام  
بزرگ پرمیغبر کا خلیفہ و نائب اعتقاد کیا جاتا ہے اور جسے تاریخ میں فانوقاظم

لکھا جاتا ہے اس نے اٹھاؤں برس کے سن میں تین بیویوں کے ہوتے ہیں  
 اپنی بیٹی کی سوتیلی لڑاسی سے سنا دہی رچانی۔ بلکہ بلانکاح اس سے ایسی  
 حرکات ناشائستہ کیں جو کوئی بھی شریف شخص نہیں کر سکتا۔ اور دوسرے  
 ستون اسلام نے اپنی بیٹی کو بازاری سودے کی طرح بطور نمونہ اس کے  
 پاس بھیج دیا تو میرے پاس ان معقول اعتراضات کا کیا تسلی بخش جواب  
 ہو گا؟ اگر خدا بخداستہ یہ روایات سچی ہیں تو نبی آدم کی تاریخ میں ایسی  
 مذموم مثال کسا دوسرے مذہب میں نہیں مل سکتی ہے۔ اے میرے بڑوگا  
 میں نے تو تیرے دین حقہ کی اشاعت کے لئے خلوص نیت سے دعوت  
 تبلیغ کی کو شہنشاہ کی تھی اب مجھے اس خلفشار سے بچا۔ میرے دل کو تو یہ  
 اطمینان ہے کہ یہ قصہ بالکل واپس ہے اور محض اسلام کو بدنام  
 کرنے کے لئے بزرگان اسلام کو بے آبرو بنانے کی خاطر دشمنان دین نے  
 اسے گڑھلے ہے۔ تاکہ پاک دین کو محض عیاشی و شہوت پرستی کا ضابطہ بنا کر دنیا  
 کے سامنے ذلیل کر دیا جائے۔ اور اس مصطفیٰ مذہب کو نفرت آمیز جامہ پہنا  
 دیا جائے یہ روایات تو خلفائے راشدین کی سیرت پر ایسا بدنامی لگاتی  
 ہیں جسے صاف کرنا ممکن نظر نہیں آتا ہے اے رب العزت! میری رہنمائی  
 فرما اور اپنے معزز دین کی عزت و توقیر کو بحال رکھ۔ مجھے اس مشکل سے  
 نکال۔ بے شک یہ قصہ عقل و نقلاً شرعاً و شرعاً بالکل بے سود و بے  
 بے بنیاد ہے لیکن ایلہ بتھ کو کس طرح مطمئن کیا جا سکتا ہے۔ کہ سانپ  
 بھی مر جائے اور لاکھی بھی بچ جائے۔

عالیہ اور ایلہ بتھ کا لمحہ سے واپس آگئی ہیں لیکن عاتہ ابھی اس موضوع  
 پر ایلہ بتھ سے گفتگو کرنا پسند نہیں کرتی ہے جب تک کہ وہ خود کو مکمل طور پر اس



قابل نہیں بناتے تھے کہ اس واقعہ کے ہر گوشے پر روشنی ڈال سکے۔ عالیہ نے اشارۃً عائشہ سے پوچھا ہے کہ اس کی تحقیق کس نتیجہ پر پہنچی ہے مگر اس نے اشارہ ہی سے اسے منع کر دیا ہے کہ ایلنہ بتھ کے سامنے یہ بات نہ کی جائے۔ ایلنہ بتھ نے عائشہ سے پوچھا۔

ایلنہ بتھ :- بہنو عاشری اب تمہاری طبیعت کیسی ہے؟

عائشہ :- ٹھیک ہے۔ کچھ دیر آرام کیا ہے۔

عالیہ :- کیوں بھٹی چائے چلے گی؟

ایلنہ بتھ :- کیوں نہیں ضرور چلے گی۔

عالیہ چائے تیار کرتی ہے اور تینوں سہیلیاں چائے پیتی ہیں چچائے کے بعد ایلنہ بتھ کسی کام سے شہر چلی جاتی ہے۔

عالیہ :- کیوں عاشری کس نتیجہ پر پہنچ سکی ہو؟

عائشہ :- بھٹی جو کچھ ابھی تک معلوم ہوا ہے۔ وہ تو یہ ہے کہ یہ واقعہ

دونوں خلفائے راشدین کی انتہا درجہ توہین و تذلیل کے تلبے مگر یہ نکاح نہ صرف

سنی کتب سے بیان کیا جاتا ہے بلکہ شیعہ کتب میں بھی اس کی تائید میں

روایات ہیں اور مولوی شبلی نعمانی جیسے مؤرخ نے بھی اس کو الفاروق میں

لکھا ہے۔ حالانکہ انھوں نے روایت و درایت کا نظروں سے لحاظ رکھا ہے

لہذا میں یہ چاہتی ہوں کہ اس معاملہ کی جانچ پڑتال اور چھان بین کیلئے

اپنے استاد محترم مولوی عبدالرحمن صاحب سے مدد حاصل کروں کیونکہ ان کو

تاریخ پر خصوصی عبور حاصل ہے۔ ان کی جانب سے مفصل جواب موصول ہونے

پر کوئی ہمتی رائے قائم کرنے کے قابل ہوں گی۔

عالیہ :- ہاں ٹھیک ہے۔ ان سے ضرور وضاحت دریافت کرو۔

جنازہ عاشرہ اپنے استاد مولوی عبدالرحمن صاحب کو خط تحریر کر کے صورتحال سے آگاہ کر رہی ہے اور استفسارات کا جواب چاہتی ہے۔ مولوی صاحب واپسی جواب میں لہنی شاگرد عاشرہ کو لکھتے ہیں کہ

بسم الله الرحمن الرحيم  
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم  
عزیزہ عاشرہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعد از دعائے نیک بختی و شفقت نخلی کے تحریر ہے کہ تمہارا استفسار نامہ موصول ہوا۔ واضح ہو کہ یہ بات از روئے کتب معتبرہ اہل سنت اور شیعہ کے ثابت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نکاح ساقیہ ام کلثوم کے ہوا۔ جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی تھیں اس نکاح سے چند فائدے ظاہر ہوتے ہیں۔

۱۔ اس نکاح کا پہلا فائدہ یہ ہے کہ حضرت علی اور حضرت عمرؓ کی باہمی دوستی ثابت ہوتی ہے اگر ان میں رنجش و عداوت ہوتی جیسا کہ روافض کا خیال ہے تو حضرت مرتضیٰؑ کبھی اپنے دشمن و مخالف کو ایسے خاندان میں نہ لیتے۔

ب۔ اس عقد سے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا کافرو منافق و مرتد نہ ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ ورنہ حیدر کرارہ اپنی پیاری دختر کا نکاح کبھی کرتے پس یہ نکاح اس بات کا ثبوت ہے حضرت علیؑ کو حضرت عمرؓ کے ایمان و عبادت، زہد و تقویٰ پر بھروسہ تھا۔

ج۔ اس عقد سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے کبھی کسی قسم کا رنج اور صدمہ حضرت علیؑ یا حضرت فاطمہؓ کو دیا ہوتا تو یہ نکاح ہرگز نہ ہوتا۔ یہ نکاح اخلاص اور راستی اور محبت باہمی پر شاہد ہے۔ لہذا حضرت عمرؓ پر یہ شیعوں کے

کے مطابق کی تردید کے لئے کافی ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت ام کلثوم بنت علی کے ساتھ مندرجہ ذیل دلائل از کتب اہل سنت سے ثابت ہوتا ہے۔  
 ۱۔ حافظ ذہبی تحریر فرماتے ہیں "حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا حضرت فاطمہؓ کے بطن سے تھیں اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریفہ سے پہلے پیدا ہو چکی تھیں۔ ان سے حضرت عمرؓ نے چالیس ہزار درہم ہیرہ نکاح کیا۔ اور ان کے ہاں زید اور رقیہ پیدا ہوئے حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد ام کلثومؓ نے پھر عون بن جعفر سے نکاح کیا۔

(تجدید اسماء الصحابہ ص ۲۵۵)

۲۔ حضرت امام بخاریؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ایک دفعہ مدینہ کی گورنوں میں چادریں تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک عمدہ چادر بچ گئی۔ حاضرین مجلس میں سے کسی نے کہا "یہ چادر آپ حضورؐ کو کم کی صاحبزادی کو جو آپ کے نکاح میں ہے دے دیں۔ اس سے ان کی مراد حضرت علیؓ کی بیٹی ام کلثومؓ تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ام سلیط اس چادر کی زیادہ حقدار ہیں وہ جنگ اُحد کے دن ہمارے لئے یانی کی مشکیں اٹھا اٹھا کر لائی تھیں۔ (صحیح بخاری کتاب الجہاد جلد اول باب حمل النساء القرب ص ۴۳۴، کتاب المغازی جلد ۱ باب ذکر ام سلیط ص ۵۸۲)

۳۔ امام نسائیؒ اپنی سنن میں حضرت نافعؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک دفعہ لڑا کھٹے جنازے پر پڑھائے ان ہی میں حضرت ام کلثوم بنت علیؓ مرثیہ کا جنازہ بھی تھا۔ یہ سعد بن عاصؓ کی حکومت کا دور تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی اُمّ کلثوم جو حضرت عمرؓ کے نکاح میں رہ چکی تھیں ان کا جنازہ اور ان کے بیٹے زید کا جنازہ اکٹھا رکھا گیا۔ نماز جنازہ میں حضرت ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، ابو ہریرہؓ، ابو سعیدؓ اور ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سب حضرات شامل تھے۔ حضرت ابن عمرؓ نے امامت فرمائی۔ (سنن نسائی جلد ۱ کتاب الجنائز باب اجتماع جنازۃ الرجال والنساء صفحہ ۱۳ مطبوعہ دہلی)

سیدنا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس نماز جنازہ میں شریک ہوئے والدین میں حضرت امام حسنؓ، امام حسینؓ، امام محمد بن حنفیہؓ اور حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ تاریخ الصغیر الامام بخاریؒ مطبوعہ الآباء ۴۔ سنن ابی داؤد میں حضرت عمار بن یاسرؓ سے روایت ہے کہ وہ بھی حضرت اُمّ کلثومؓ اور ان کے بیٹے زید کے جنازہ میں حاضر تھے۔ اس میں لڑکے کا جنازہ اس جہت میں رکھا گیا تھا جو امام کی طرف تھی۔ (سنن ابی داؤد جلد ۲ صفحہ ۵۵۵)

۵۔ دارقطنی نے تحریر کیا ہے کہ اُمّ کلثوم بنت علی جو حضرت عمرؓ کی بیوی تھیں ان کا اور ان کے لڑکے زید بن عمرؓ کا جنازہ رکھا گیا اور وہاں ان دونوں امام سعید بن عاصؓ تھے۔ (دارقطنی جلد ۱ صفحہ ۱۹۲ مطبوعہ دہلی)

۶۔ امام حاکم نے روایت نقل کی ہے کہ امام زین العابدینؓ کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے اُمّ کلثومؓ کا رشتہ مانگا۔ حضرت علیؓ نے کہا میں تو اسے اپنے بھتیجے کے لئے رکھا ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا آپ اُمّ کلثومؓ کو میرے نکاح میں دے دیں۔ بخدا تجھ سے زیادہ کوئی اس کا منتظر اعز انہیں اس پر حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو یہ نکاح دے دیا۔ (مسندک جلد ۳ صفحہ ۱۲۲ مطبوعہ دکن)

۷۔ ابو بکر پہنچ اپنی سن میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ مرتضیٰ سے کہا۔ تجھے اپنی لڑکی اُمّ کلثوم بنت فاطمہ بنت رسول اللہؐ کا رشتہ دے دیں حضرت علیؓ مرتضیٰ نے اس تفصیل کے بعد جو امام حاکم کی اوپر والی روایت میں درج ہے کہا کہ میں نے اس کا رشتہ (آپ کو) دے دیا۔

۸۔ حافظ ابو عبد اللہ محمد بن سعد زہری نے لکھا ہے کہ اُمّ کلثوم بنت علیؓ جن کی والدہ حضرت فاطمہ تھیں ان سے حضرت عمرؓ نے نکاح کیا اور وہ چھوٹی عمر کی تھیں ان کے ہاں حضرت عمرؓ سے زید اور رقیہ پیدا ہوئے

(طبقات ابن سعد جلد ۹ ص ۳۳۹)

۹۔ ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیہ دیوندری تحریر فرماتے ہیں کہ اُمّ کلثوم کبریٰ جو حضرت فاطمہ کی صاحبزادی تھیں حضرت عمرؓ بن خطاب کے نکاح میں تھیں۔ (کتاب المعارف ص ۱۷ مطبوعہ مصر)

۱۰۔ امام طبری اپنی مشہور تاریخ میں لکھتے ہیں کہ "حضرت عمرؓ نے اُمّ کلثوم بنت علیؓ سے نکاح کیا۔ ان کی والدہ حضرت فاطمہ بنت رسول تھیں ان کا مہر جیسا کہ بیان کیا گیا ہے چالیس ہزار درہم باندھا گیا ان کے ہاں اُمّ کلثوم سے زید اور رقیہ دو بچے پیدا ہوئے۔

(تاریخ الامم والملوک جلد ۵ ص ۱۷ مطبوعہ مصر)

مندرجہ بالا حوالہ جات کتب اہل سنت والجماعت سے نقل کئے گئے ہیں اب میں وہ حوالے پیش کرتا ہوں جو صرف مذہب شیعہ کی معتبر کتابوں سے ماخوذ ہیں تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ یہ نکاح بلا امتیاز فرقہ تاریخ سے بالاتفاق مسلم ہے۔

# حضرت فاروق اعظمؓ کا نکاح حضرت اُم کلثومؓ سے

## بحوالہ کتب معتبرہ حضرات شیعہ

۱۔ ملا محمد بن یعقوب الیکنی فروغ کافی میں جو شیعہوں کی اول درجہ کی کتاب حدیث ہے میں روایت کرتے ہیں کہ۔

”حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس عورت کے متعلق جس کا خاوند فوت ہو جائے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ وہ اپنی عدت کہاں گزارے۔ اپنے ہی گھر میں یا جہاں چاہے۔ امام نے فرمایا جب عمر فوت ہوئے تو حضرت علی اُم کلثوم کے پاس آئے تھے اور اسے اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئے تھے۔ (فروغ کافی جلد ۳ ص ۲۵۱)

۲۔ ملا ابو جعفر محمد بن حسن طوسی شیعہ محدثین کے نہایت بلند پایہ فاضل فروغ کافی کی اس روایت کو تہذیب الاحکام کتاب الطلاق باب عدۃ النساء جلد ۲ ص ۲۳۵ مطبوعہ ایران اور استنبصار فیما اختلف من الاخبار جلد ۳ ص ۲۵۱ مطبوعہ نجف اشرف جلد ۲ ص ۸۵ مطبوعہ لکھنؤ میں بھی دو دو علیحدہ سندوں سے روایت کرتے ہیں۔

۳۔ فخر المجتہدین شہید ثانی زین الدین بن احمد عالمی ”شرائع الاسلام فی مسائل الحلال والحرام“ کی شرح میں متن کی اس عبارت پر یحیٰ بن نکاح الحرة العبد والعربیۃ العجمی والہا شامیۃ غیوالہا شامی وبالعکس کے تحت لکھتے ہیں۔

”مفسر نے اپنی ایک بیٹی کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کیا اور ایک بیٹی کا ابوالعاص سے حالانکہ دونوں بنی ہاشم میں سے نہ تھے۔ اسی طرح حضرت علیؓ نے

اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر سے کیا اور حضرت عثمان کے پوتے عبد اللہ کا نکاح امام حسین کی بیٹی فاطمہ سے ہوا اور فاطمہ کی بہن سکینہ سے مصعب بن زبیر نے نکاح کیا اور یہ سب مرد بنی ہاشم میں سے نہ تھے۔

(مسائل الافہام - کتاب النکاح جلد ۱)

۴۔ شیخ الطائف ابو جعفر محمد بن حسن طوسی حضرت امام باقرؑ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا۔

”ام کلثوم بنت علی اور ان کے بیٹے زید بن عمر کی وفات ایک ہی ساعت میں واقع ہوئی یہ پتہ نہ چل سکا کہ پہلے فوت کون ہوا۔ پس ان میں سے کوئی دوسرے کا وارث نہیں ہوا اور دونوں پر نماز جنازہ اکٹھی پڑھی گئی۔

(تہذیب الاحکام جلد ۱ کتاب المیراث ص ۳۸)

۵۔ شیعہ شہید ثالث قاضی نور اللہ شوشتری آنحضرت اور حضرت علی کے امور مشابہت شمار فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ”اگر بنی دختر بعثمان داد ولی دختر بعمر تھا، یعنی اگر بنی نے بیٹی حضرت عثمان کو دی تو ولی نے بیٹی حضرت عمر کے نکاح میں دے دی۔ (محاسن المؤمنین جلد ۱ ص ۲۰۲)

۶۔ علامہ ابن شہر آشوب ماثر ندراوی لکھتے ہیں حضرت فاطمہ کی اولاد یہ تھی۔ الحسن والحسن سقط، زینب کبریٰ اور ام کلثوم کبریٰ جن سے حضرت عمر نے نکاح کیا تھا۔ (مناقب آل ابی طالب جلد ۳ ص ۱۴۲) علامہ ابن شہر آشوب نے جلد ۱ ص ۱۴۲ پر بھی اس نکاح کا تذکرہ کیا ہے۔

۷۔ اہل تشیع کے بڑے مجتہد قاضی علم الہدی تحریر کرتے ہیں ”یہ کوئی امر ممنوع نہ تھا کہ حضرت علی اپنی بیٹی حضرت کے نکاح میں دے دیں۔ کیونکہ عمر بن خطاب ہر اسلام کے قائل اور شریعت پر عامل تھے۔ (کتاب الشافی ص ۲۱۶)

۸۔ شیخ عباس قمی حضرت علی کی اولاد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "امّ کلثوم کے حضرت عمر کے نکاح میں آنے کی حکایت کتابوں میں مسطور ہے۔

(مفتی الامال جلد ۱ ص ۱۳۵)

۹۔ علامہ محمد ہاشم خواہی مسند ہی تحریر کرتے ہیں کہ "ام کلثوم بنت فاطمہ

اس خدرہ کا اصلی نام رقیہ کبریٰ تھا۔ جیسا کہ عمدۃ المطالب میں مذکور ہے۔ وہ بہت جلال و شان رکھتی تھیں اور حضرت عمرؓ کی بیوی تھیں" (مختار تاریخ ص ۹۱)

۱۰۔ شیعہ کے خاتم المحدثین ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں "ایسی احادیث وارد

ہونے کے بعد اور جو روایات بالاسناد آگے آ رہی ہیں کہ جب عمر فوت ہوئے

تو حضرت علی ام کلثوم کے پاس آئے اور انھیں اپنے گھر لے گئے اور اس طرح کی

اور روایات تھیں میں نے بحوالہ لاخبر میں درج کیا ہے اس نکاح کا انکار ایک

امر عجیب ہے اور اصل جواب یہی ہے کہ یہ نکاح یقینہ اور حالت اضطرار میں ہوا اور

ایسا ہونا کوئی امر مستبعد نہیں۔ (مرآۃ العقول فی شرح فروع الکافی جلد ۲ ص ۴۹۹)

عائشہ بیٹی۔ میں نے شیعہ و سنی دونوں کتب سے اس نکاح کے اثبات

درج کر دیے ہیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ علماء شیعہ کا یہ نظریہ کہ حضرت حیدر کرارؓ

نے اپنی بیٹی جگر ام کلثوم بنت فاطمہ بنت رسول اللہؐ و اضطرار کی صورت میں

حضرت عمرؓ کے نکاح میں دی تھی بہت کمزور و ربا دلایل ہے۔ یہ بات حضرات اہلبیت

کے شایان شان نہیں کیلئے فروع کافی میں اس نکاح کا ایک باب باندھا

ہے اور اس میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ "ان

خالص فرج غصباہ" یہ پہلی عزت ہے جو ہم سے غضب کی گئی۔ "حالانکہ لفظ

شیعہ اصول کافی کے اس آسمانی وصیت نامہ میں بھی جو آئمہ اہل بیت کے

لئے دستور العمل تھا اس نکاح کا ارشاد موجود ہے اس کی روایت ابوامام موسیٰ کاظم



سے ہے۔ اس کی رو سے آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے بام حیرت لیا تھا کہ  
 خواہ ان کی عزت لٹ جائے وہ اس ہتک یہ بھی صبر کریں گے جس پر علیؑ نے کہا تھا  
 "میں نے اسے قبول کیا اور راضی رہا اگرچہ عزت جاتی ہے۔ خدا اور رسول کے طریقے  
 معطل ہو جائیں کتاب (قرآن) کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں اور کعبہ  
 گر دیا جائے۔" (اصول کافی جلد ۱ ص ۱۷۳)

اب اس انتہا کی حدیث اور عزت بھگاتے رہنے کی تشریح علمائے شیعہ نے  
 یوں کی ہے "اس سے میری بیٹی کا غضب مراد ہے۔ جسے جبر و ظلم سے بے جایں  
 گے یہ اشارہ ہے حضرت فاطمہؑ کی بیٹی ام کلثومؑ کے غضب کی طرف"  
 (الصافی جلد ۲ ص ۲۸۱ ملاحظہ فرمائی)

بعض شیعہوں نے اس نکاح کی تکذیب پر کھسیلاتے ہو کر یہ قصہ واپس وضع  
 کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے ایک جبینہ کو ام کلثومؑ کی شکل میں منتقل کر کے عمر کے پاس  
 بھیج دیا یہ جبینہ اہل بکران کی یہودیہ تھی جس کا نام سحیقہ بنت جحیر یہ تھا بعد وفات  
 عمر حضرت علیؑ نے ام کلثومؑ کو ظاہر کیا۔ (جراح الجراح ص ۱۳۲)

بہر حال ہمارے نزدیک ان کی ایک تاویلوں کا کوئی وزن نہیں ہے ہم  
 ہر اس بات کو جو اہل بیتؑ کے نام کی شان کے لائق نہ ہو غلط اور افتراء سمجھتے ہیں۔ ایسا  
 مقصد ان اقوال کو نقل کرنے سے محض یہ ہے کہ حضرت ام کلثومؑ بنت علیؑ کا حضرت  
 عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آنا ایک ایسا امر مسلمہ ہے کہ شدید ترین  
 مخالفت کے باوجود بھی اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ گو اسلحا کی گروہ میں سے  
 اس نکاح کے مخالفین نے جبر و غضب، اکراہ و اضطرار کی تاویلات وضع کی ہیں  
 لیکن باوجودیکہ یہ تاویلات ناقابل قبول ہیں اور حضرت علیؑ کی شان کے لائق  
 نہیں لیکن ان کے ضمن میں اس نکاح کا ایک ایسا اثر بھی سامنے آ رہا ہے جس کا

انکار کسی صورت میں ممکن نہیں تھا۔ پس یہ نکاح لڑا اثر معنوی سے منقول اور بفریقین کی کتابوں میں مسلم و موجود ہے۔

اب آئمہ میں تمھارے ان شہادت اور وسوس کا ازالہ کیا جاتا ہے جو تم نے اپنے خط میں ظاہر کئے۔

**بہلا اعتراف :-** تمھارا یہ اعتراف کہ حضرت اُمّ کلثومؓ کہیں تھیں اور حضرت عمرؓ کافی عمر رسیدہ تھے اس لئے یہ نکاح بے جوڑ ہوا بلکہ امر مستحب معلوم ہوتا ہے جواب :- اس کا جواب یہ ہے کہ ہمنور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمروں میں کافی فرق تھا حضرت عائشہ صدیقہ حضرت فاطمہ الزہراءؓ سے بھی عمر میں چھوٹی تھیں اور بہت صغیر سنی میں آنحضرتؐ کے نکاح میں آئی تھیں اگر اس نکاح میں کوئی قباحت نہیں ہے تو حضرت اُمّ کلثومؓ کا حضرت فاروق اعظمؓ کے نکاح میں آنا یہ کوئی نسا امر مستحب ہے۔ عربی تمدن میں خاوند اور بیوی کا قریب العمر ہونا ضروری نہ تھا۔

دوم یہ کہ میری تحقیق کے مطابق حضرت علی مرتضیٰؓ کی صاحبزادی جو اس وقت صغیرہ تھیں اور پانچ سال کے قریب تھیں وہ اُمّ کلثومؓ تھیں جو حضرت فاطمہؓ کے بطن سے نہ تھیں اور کسی بیوی سے تھیں اُمّ کلثومؓ صغریٰ کہلاتی تھیں۔ اُمّ کلثومؓ کبریٰ جو سیدہ فاطمہؓ کی صاحبزادی تھیں وہ ہرگز صغیرہ نہ تھیں اور حضرت فاروق اعظمؓ کے نکاح میں وہی تھیں ان پر اگر کہیں صغیر سنی کا اطلاق ہے تو فی نفسہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے نہیں محض مقابلہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے ہے سوم یہ کہ حضرت اُمّ کلثومؓ حضرت فاطمہؓ کی چوتھی اولاد تھیں اور حضرت زینب سے چھوٹی تھیں۔ حضرت امام حسینؓ اور حضرت اُمّ کلثومؓ کے مابین صرف ایک بیٹی حضرت زینبؓ ہیں شیعہ عالم شیخ طوسی کے بیان کے مطابق حضرت امام حسینؓ

ہجرت کے تیسرے سال ربیع الاول کے آخر میں پیدا ہوئے۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں فاصلہ بہت کم تھا۔ امام حسن اور امام حسین کی عمروں میں فرق ایک سال سے بھی کم تھا۔ قرین قیاس ہے کہ حضرت ام کلثوم یا سچ یا چھوٹی سچری کے قریب پیدا ہوئیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ کے نکاح میں کیس وقت آئیں۔ حافظ ابن حبان اس واقعہ نکاح کو ۱۱ھ میں بیان کرتے ہیں۔ اس حساب سے حضرت ام کلثومؓ کا یہ نکاح بارہ سال کی عمر میں ہوا۔ اور عربی آب و ہوا کے مطابق یہ عمر قابل شادی ہے اہل تشیع نے مقدمہ فدک میں حضرت ام کلثومؓ کو گواہ کے طور پر بھی پیش کیا ہے۔ پس ثابت ہو کہ صفیریؒ کا ذکر محض اس حد تک ہی معقول ہو گا کہ حضرت عمرؓ کے مقابلے میں ان کی عمر چھوٹی تھی نہ کہ قابل شادی تھیں۔

**دوسرا اعتراض :-** جو تم نے کہا کہ حضرت ام کلثومؓ حضرت عمرؓ کی پر نواسی بھی تھیں لہذا رشتہ سوتیلا تھا اور اسلامی شریعت میں یہ نکاح جائز ہے۔ اور جنی یہودہ روایات کا ذکر تم نے کیا ہے وہ تمام کی تمام موضوع قرار پاتی ہیں کہ ان میں نابالغ ام کلثومؓ کا ذکر ہے جبکہ میری تحقیق کے مطابق نہ وجہ عمرؓ حضرت ام کلثومؓؓ بالغہ تھیں۔ پس جب یہ روایات ہی جھوٹی ہیں تو پھر خلفائے راشدین کی شان میں تنقیص کیوں تسلیم کی جائے۔

علیٰؓ هذا القیاس میں نے اجمالی طور پر تمہارے شکوک کو رفع کرنے کی کوشش کی تاکہ تم جس غلط فہمی کی شکار ہو گئی ہو اس کی اصلاح کر سکو اور تمہارے قلبی شبہات کا ازالہ ہو۔ امید ہے کہ تم مندرجہ بالا معروضات کی روشنی میں اپنی حتمی رائے قائم کر دو گی۔ اور دشمنان دین کے مقابل ایسے مسلک کی حفاظت باحسن کر سکو گی۔ والسلام والدعا

تمہارا اخیر اندیشہ  
عبدالرحمن عفی عنہ

دشوار گزار اور سخت تکلیف دہ راستے طے کرنے کے بعد جب کوئی امن و سکون کی جگہ پاتا ہے تو وہاں دلکشی کے ساتھ ساتھ فتح مندی کے جذبات بھی محسوس ہونے لگ جاتے ہیں۔ مولوی عبدالرحمن صاحب کا یہ مکتوب عائشہ کے لئے ایک سہارا تھا ویسا جس طرح ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہوتا ہے اُسے اپنے رہنما مولوی عبدالرحمن صاحب کی صلاحیتوں اور قابلیت پر بھروسہ تھا چنانچہ اس خط کا اس نے بڑے اشتیاق اور بے تابی سے مطالعہ کیا اس کو اس اعتراض کا حل فرقہ داریت سے بالاتر درکار تھا۔ کیونکہ شیعہ و سنی مباحثات درپیش حالات میں یکساں طور پر بغیر کارآمد تھے ایک عیسائی اور غیر مسلم معتزض کی زبان بندی کے کینے شیعہ و سنی کتب کے مندرجات کا فی نہ تھے بلکہ یہ اعتراف تو اور بھی اعتراف کو تقویت پہنچاتا ہے کہ کل ملت اسلامیہ کا اتفاق ثابت کرتا ہے کہ یہ نکاح ضرور ہوا کوئی بھی غیر مذہب والا شخص اس خوش اعتقاد کو قبول کرنے پر تیار نہ ہوگا کہ فلاں نے فلاں بزرگ کی شان کی خلاف ہے۔ جبکہ معتزض بجائے خود اس شاندار شخصیت کی شان ہی کا قابل نہیں ہے۔ عائشہ یہ خط عالیہ کو بڑھاتی ہے تاکہ اس کا تبصرہ بھی سُن سکے۔

عائشہ:۔ عالیہ ہمارے مولانا صاحب نے یہ گرامی نامہ ارسال کیا ہے۔ اس کو پڑھ کر تم اپنے خیالات کا اظہار کرو کیونکہ زیادہ تر اس میں ہمارے غریب پرکری نور صرف ہوا ہے۔ اصل معاملہ ابھی تک لانیل ہے۔ ایلزبتھ کی نکاحوں میں شیعہ و سنی مسلمان ہیں روایات شیعہ کی ہوں یا سنیوں کی عیسائیوں کو اس سے کیا واسطہ؟

عائشہ:۔ مجھے تمھاری بات سے اتفاق ہے۔ میں اس خط کا بغور

مطالعہ کرنے کے بعد اپنی رائے پیش کر سکتی ہوں۔

عالیہ نے پوری توجہ سے مولوی عبدالرحمن صاحب کے ارسال کردہ خط کو پڑھا اور اس کے مندرجات کا جائزہ پورے جذبہ تحقیق کو بروئے کار لاتے ہوئے لیا۔ عالیہ نے اس خط کی ابتدائی عبارت ہی سے اندازہ قائم کر لیا کہ اس افسانوی نکاح کو مشہور کرنے کا واحد مقصد یہی تھا کہ شیعوں کے عقائد کے خلاف بھرت عمر کو اہل بیت کا حقیقی دوست و رشتہ دار ثابت کیا جائے یہ افسانہ تراشتے وقت یہ بات قطعاً ذہن میں نہ تھی کہ یہ مفروضہ آئندہ نسلوں کے لئے بے چینی پیدا کر دے گا۔ اور تعلیمات اسلامیہ پر بدنامی داغ بن جائے گا۔ لیکن اس وقت وضاعین کو صرف فضائل عمری کی نشر و اشاعت سے سروکار تھا۔ دین کی پرواہ نہ تھی چنانچہ شیعہ دشمنی اور اصحاب نوازی کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ من گھڑت واقعہ بھی مشہور کر دیا گیا۔ حالانکہ صحیح کتب میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ تاہم مولوی صاحب موصوف نے جن روایات اہل سنتہ کو دلائل قرار دیا ان پر عالیہ کی جرح یوں مرتب ہوئی۔

دلائل ان کے تیل اہل سنتہ کی تردید | مولوی صاحب نے حافظ ذہبی کے قول پر جو پہلی دلیل پیش کی ہے وہ

سنی علماء کی زبانی

خلاف واقعہ ہے۔ اس کی شرعی حیثیت لقمہ مہر کی بناء پر مردود قرار پاتی ہے جیسا کہ گذشتہ بیان میں عرض کیا ہے۔ پھر زید اور رقیہ کی پیدائش بھی تاریخی اعتبار سے صحیح ثابت نہیں ہوتی ہے۔

زید و رقیہ کی پیدائش | یہ بات قابل غور ہے کہ مبینہ نکاح ۱۸ھ میں ہوا۔ روایات کی کثیر تعداد سے دہن کی عمر چھ یا سات برس سے زائد ثابت نہیں ہوتی ہے۔ بھرت عمر کی وفات ۲۳ھ میں ہوتی ہے جبکہ

اس بیوی کی عمر گیارہ سال تک ہوتی ہے اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ ۱۲ سال یعنی دو لکھا کی موت کے وقت یہ دو بچے ام کلثوم کے سن بلوغ کے دو سال بعد پیدا ہوئے تو یقیناً رقیہ بنت عمر بن خطاب کی عمر اپنے باپ کی وفات کے وقت ایک یا ڈیڑھ سال ہو گئی لیکن معتبر مورخ اہل سنت ابن قتیبہ اپنی کتاب "المعارف" میں لکھتے ہیں کہ ام کلثوم کے لطف سے عمر کی بیٹی کا نام رقیہ ہے اور یہ وہی ہے جس کی شادی عمر نے ابراہیم بن الحنفیہ سے کرادی تھی اور وہ ان ہی کے پاس فوت ہوئیں۔ (المعارف ص ۷۷ مطبوعہ مصر) اب بتائیے جو بیٹی ابھی ایک سال یا ڈیڑھ سال کی تھی کس طرح اس کے باپ نے اس کا نکاح ابراہیم الحنفی سے کر دیا۔ مگر بھوٹ کے پیر کہاں ہوتے ہیں آگے پیچھے دیکھیے بغیر افسانہ تراشی میں مہارت دکھا دی۔ مزید بات یہ ہے کہ اسی کتاب اور اسی امام کے حوالہ سے مولوی صاحب نے اپنی دلیل قائم فرمائی ہے یعنی موصوف کے نزدیک مورخ و کتاب دونوں قابل قبول ہیں۔

**چادروں کی تقسیم والی روایات** پوری بخاری میں اس روایت کے علاوہ ام کلثوم کا ذکر موجود نہیں ہے پھر یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ روایات کی کوئی عبارت ہے جو ام کلثوم کو زویہ عمر ظاہر کرتی ہے۔ مولوی صاحب نے ترجمہ نقل کرتے ہوئے یہ خیانت کر دی ہے کہ ام کلثوم کے بعد "بنت علی" کا اضافہ کر دیا ہے جبکہ اصل روایات میں صرف ام کلثوم ہے ولایت بیان نہیں ہوئی یہ مولوی صاحب کی غلطی عبارت ہے جو مذموم ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس نکاح کے بار بار یہ لفظ "عندک" سے یہ مفہوم اخذ کرتے ہیں کہ اس سے مراد زوجیت ہوگی۔ لیکن اگر ہم "عندک" کو لغت کے معنی سے دیکھیں تو صرف "نزدیک"، "پاس"، "قریب" ہوں گے۔ قرآن مجید میں بھی یہ لفظ ان ہی معنوں

میں متعل ہوا ہے پس اگر اس روایت کو صحیح سمجھ لیا جائے تو زیادہ سے زیادہ یہ مطلب ہوگا کہ وہ اُمّ کلثوم جو حضرت عمر کے پاس تھیں ان کے لئے چادر کی سفارش کی گئی۔ اب لفظ پاس یا نزدیک سے زوجیت مراد لینا کہاں تک درست ہے یہ صاحبان علم خود فیصلہ فرما سکتے ہیں۔ اگر عقد کے معنی زوجیت کے ہوتے ہیں تو پھر اسی روایت میں موجود اس جملے کا ترجمہ کیا ہوگا۔ قتال لہ بعض من عندہ، یعنی وہ لوگ جو عمر کے پاس تھے ان میں سے کسی نے کہا تو اگر عقد کے معنی زوجیت کے ہیں تو وہ سب حاضرین اس لحاظ سے عمر کی زوجیت میں داخل ہو گئے۔ روایت میں موجود ہے کہ مدینہ کی گزرتوں میں حضرت عمر نے چادریں تقسیم کیں تو یہ گزرتیں حضرت عمر کے پاس تھیں کیا بعض پاس ہونے کے باعث وہ سب ازواج قرار پائیں گی۔ ہرگز نہیں تو پھر اُمّ کلثوم میں کیا خصوصیت ملی جو وجہ سمجھ لی گئی اگر کہنے والا مقصد زوجیت کا اظہار ہی کرنا چاہتا تھا تو فرمودہ عرب ہی ہوگا۔ اس نے عام و مراد بہ الفاظ چھوڑ کر اس بے نخل لفظ کا استعمال کیوں کیا وہ محتاج، نہ وجہ، مراکت وغیرہ وغیرہ کچھ بھی کہہ سکتا تھا۔ "عند" کا لفظ قرآن مجید میں بہت استعمال ہوا ہے مگر کسی بھی جگہ اس کے معنی ازواج یا بی نہیں بل پاسئے اور نہ ہی کسی تفسیر میں ایسی کوئی مثال ملتی ہے۔

قابل غور امر یہ ہے کہ اگر اُمّ کلثوم زوجہ عمر تھیں تو ایک ستور کو خود اپنی بیوی کی ضروریات کا خیال ہوتا ہے۔ مجمع عام میں ایک نامحرم کو خلیفہ صاحب کی ضرورت کی ضرورت کا احساس کیوں ہو گیا۔

روایت کو رد کرنے کے لئے یہ غور ہی کافی ہے کہ اس سفارشی کا نام آج تک ظاہر نہ ہو سکا۔ لہذا اس کی ثقاہت ہی نامعلوم ٹھہری اس روایت کا راوی ثعلبہ ابن مالک ہے۔ واقعہ بھری مجلس کہ ہے لیکن اور کوئی شخص اس روایت کو بیان نہیں کرتا ہے راوی ثعلبہ جو یہ کہتا ہے کہ مجمع میں موجود کسی نے سفارش کی پھر خود

ہی کہتا ہے کہ ”یعنی ان لوگوں کی مراد اس سے اُمّ کلثوم تھی“ یعنی ”یہیں وہ اُمّ کلثوم“ اب غور کریں کہنے والا کیلا تھا اب لوگ کہاں سے سفارشی بن گئے۔ واحد یکدم جمع کس طرح بن گئے۔

بخاری نے اس روایت کو نقل تو کر لیا جس کے اصل راوی کا پتہ معلوم نہیں اور انھوں نے غلبہ ہی کے اعتماد پر اس کو وضع کر لیا۔ لیکن جب علم رجال میں اس روایت کی پڑتال ہوتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نام کا کوئی آدمی ہی نہ تھا چنانچہ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ہر طرح کے راویوں کے حالات لکھے ہیں مگر غلبہ کا کہیں نام پتہ نہیں ملتا ہے۔

پس یہ ایسی روایت ہے جس کے راوی کا نام و نشان بھی معلوم نہ ہو سکا۔ اگر اس روایت کو صحیح بھی سمجھ لیا جائے تو بھی اس سے اُمّ کلثوم کا بیوی عمر ہونا ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا ہے پس ماننا پڑتا ہے کہ یہ داستان سرتاپا دروغ گوئی پر مبنی ہے اور چھوٹے لوگ ہی اس چھوٹ کا پروپیگنڈہ کر کے اسلام اور اس کے بزرگوں کی تذلیل و انتہاک کرتے ہیں جبکہ حتیٰ میں نگاہیں یہ واقعہ سن کر جھک جاتی ہیں۔

### خانہ جنازہ والی روایات | سنن نسائی کی جو روایت خط میں نقل

کی گئی ہے مولوی عبدالرحمن صاحب نے اس میں معنوی تحریف کر کے ترجمہ لکھ بھیجا ہے حالانکہ اس روایات میں یوں ہے کہ ”نافع سے سنا وہ زعم کرتے تھے۔ لفظ زعم، اس پورے روایت کو باطل کر دیتا ہے کیونکہ راوی کو خود اپنے بیان پر شبہ ہے۔ یہ روایت گمان پر مبنی ہے۔ حدیث کے لئے ضروری ہے کہ حتیٰ ہو غلطی احادیث سے استدلال نہیں کیا جاسکتا ہے پھر لغوی اعتبار سے دیکھا جائے تو زعم کو چھوٹا کرنے کے معنی میں بھی استعمال کیا جاسکتا ہے جیسا کہ لغات کشوری مطبوعہ لکھنؤ ص ۲۲ میں مرقوم ہے اس معنی کے لحاظ سے یہ ترجمہ بھی کیا جاسکتا



ہے کہ نافع یہ جھوٹ بولتے تھے کہ ابن عمرؓ نے اُمّ کلثومؓ و زید کی نماز جنازہ ایک ساتھ پڑھی۔ امام بخاری کا اپنی صحیح میں یہ واقعہ نہ نقل کرنا اس بات کی دلیل ہے وہ اس کو صحیح نہیں سمجھتے تھے لہذا تاریخ صغیر میں اس کا ذکر نہ کرنا کسی اہمیت کا حامل نہیں ہے۔ سنن ابوداؤد سے نقل کردہ روایت میں یہ تصریح موجود نہیں کہ اُمّ کلثومؓ حضرت علیؓ کی بیٹی تھیں جبکہ حضرت عمرؓ کی اور بیویوں کا نام بھی اُمّ کلثومؓ تھا۔ دارقطنی کی روایت ان ہی کی غالب ہے جب اصل کا انحصار زعم پر ہے تو نقل مصدق نہیں ہو سکتی ہے۔

مستدرک حاکم کی روایت سے ثابت ہے کہ اُمّ کلثومؓ کا رشتہ حضرت علیؓ نے اپنے بھتیجے سے منسوب کر رکھا تھا اور حضرت عمرؓ ایک منسوب بڑی کے لئے دباؤ ڈال کر اپنے نکاح میں لینے پر مجبور کر رہے تھے۔ بخود دیوبندی صاحب کے اصول مسلمہ کی روش سے یہ ان دونوں حضرات کی شان کے خلاف بات تھی کہ ایک زبان دیگر رشتہ طے کر گئے بعد میں اپنی زبان سے پھر جائے اور دوسرا کسی ہاستمی مرد کے رشتے کو توڑا کر ایک کس بڑی کو اپنی پیران سالی کی بھینٹ چڑھائے پس ناموس صحابہ کا تحفظ یہ تھا کہ اس روایت کو ٹھکرا دیا جائے۔ بیہقی کی روایت کا بھی یہی جواب ہے۔

طبقات کی وہ روایت جس میں زید ورقیہ کے جہنم لینے کا ذکر ہے وہ ہم تاریخ اعتبار سے کالعدم قرار دے چکے ہیں۔ سادرا بن قتیبہ و یزیدی کی روایت پر بھی بحث گذشتہ صفحات میں کی جا چکی ہے اسی طرح امام طبری کی روایت کا جواب بھی بیان بالا میں دیا جا چکا ہے واضح ہو کہ ابن قتیبہ و یزیدی نے معارف ہی میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کی تمام لڑکیوں کی شادی اولاد عقیل و اولاد عباس سے ہوئی تھی سوائے اُمّ الحسنؓ اور فاطمہؓ کے (صفحہ ۷) اس میں اُمّ کلثومؓ کا نام نہیں ہے۔

گو کہ ہم سنی کتب سے پیش کردہ دلائل کو صرف یہ کہہ کر نظر انداز کر سکتے تھے کہ یہ ہمارے روایات نہیں ہیں مگر ہم نے شیعہ و سنی افتراق سے قطع نظر کرتے ہوئے متحدہ مجاز پر ایک غیر مسلم اعتراض کو رد کرنے کے لئے یہی مناسب سمجھا کہ مسئلہ شیعہ سے ان روایات کو باطل ثابت کر دیا جائے تاکہ وہ لوگ جو اس نکاح کے قابل ہیں اپنے خیالات کی اصلاح کر لیں اہل سنت و علماء کی کثیر تعداد نے اس نکاح کو من گھڑت قرار دیا ہے چنانچہ مولوی محمد انشا اللہ صاحب صدیقی حنفی پختی بلالونی اپنی کتاب "السر المختوم فی تحقیق عقد ام کلثوم" میں لکھتے ہیں کہ

"ناظرین یہ سب راوی اول کی فضولیات ہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ابتداً ایک مفتری زبیر بن بکار ایسے کذاب اور وضاع حدیث نے حضرت عمر فاروق پر یہ تہمت لگائی ہے اور حضرت علی پر یہ جھوٹا بلا ہے کہ عقد ام کلثوم بنت علی کا واقعہ اپنے دل سے تراش کر بیان کر دیا۔"

پس یہی ایک صحیح حل اس اعتراض کا ہے کہ اسلامی شریعت بھی محفوظ رہتی ہے اور صحابہ بلکہ راشد خلیفوں کی عزت بھی برقرار رہتی ہے۔

## شیعہ روایات کا جواب

**عدت گزار نے کا مسئلہ** | فروع کافی، استبصار، تہذیب

کی جو روایت عدت گزار نے کے مسئلہ میں مولوی عبدالرحمن صاحب نے نشان کر والی ہے اس کے راوی مجروح و مقدوح اور فاسد العقید ہیں۔

فروع کافی کے راوی حمید بن زیاد اور ابن سماعہ ہیں ان دونوں کا تعلق مذہب و اقہ ہے جن کو کفر و زندقہ تک مماثلت ہے جیسا کہ رجال

مامقانی جلد اول صفحہ ۳۷ پر امام رضا علیہ السلام کی احادیث سے ثابت ہے  
اسی روایت کا ایک زاوی حسن بن محمد بن سماعۃ ہے جو علماء رجال کے نزدیک  
بالآفاق واقفی المذہب تھا۔ (رجال کشی صفحہ ۲۹۳)

اسی طرح دوسری روایت کا راوی ہشام بن سالم ہے جو فاسد العقیدہ  
تھا اور اللہ کی صورت ماننا تھا۔ (رجال کشی صفحہ ۱۸۴)

یہ روایت سلیمان بن خالد سے بھی مروی ہے جو زید یہ فرقہ سے تھا۔  
متفیع المقال جلد ۵ پر ہے۔ بخاشی اور شیخ طوسی نے اسے ثقہ تسلیم نہیں  
کیا۔ ابن داؤد نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور مقیاس اللہ راہ ۸۴  
پر ہے کہ زیدی، واقفی، ناصبی ایک ہی منزلت پر ہیں۔

**مسائلک الافہام کی روایت** | مسائلک الافہام کتب معتبرہ میں  
شمار نہیں ہوتی اس میں شارح کی اپنی رائے کا ذکر ہے جو حجت قرار  
نہیں پا سکتا ہے۔ حالانکہ اس کے خلاف کثرت سے شواہد موجود ہیں۔

**زید و ام کلثوم کا بیک وقت ہونا** | اس روایت کا راوی سعید

بن سالم قراح ہے جو مجہول الحال ہے۔ (دیکھئے رجال مامقانی جلد ۱ صفحہ ۶۵)  
**شہید ثالث کا بیان** | قاضی نور اللہ متوسّی نے یہ بیان اس نکاح کی  
تردید میں دیا ہے۔ اور ”اگر“ سے مفروضہ قائم کیا ہے کہ بالفرض محال  
اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ یہ نکاح ہوا تو بھی احتمال خطا کی گنجائش نہیں  
ہے کہ ہجرت عمر کلمہ کو تو تھے۔

**علامہ شہر آشوب کی رائے** | علامہ شہر آشوب نے مناقب میں شیعہ

دستی دونوں طرح کی روایات نقل کی ہیں۔ یہ کتاب ذاتی عقیدے سے  
بالاتمہ ہو کر نقل برائے نقل پر مبنی ہے۔ ”مجمع الفوائد“ کے نام سے اس کا  
اردو ترجمہ سرکار ادیب اعظم سید ظفر حسن صاحب قبلہ نے شائع فرمایا ہے جو

عام دستیاب ہے۔ اس کتاب کی جلد ۲ ص ۲۶۲ پر یہ ذکر موجود ہے اور اس کے بعد یہ تحریر کیا گیا ہے کہ "علامہ شہر آشوب نے یہ رائے صاحب شافعی اور صاحب الانوار کی لکھی ہے۔ نہ کہ اپنا عقیدہ۔ شیعوں نے اس تزویج کو کسی وقت بھی تسلیم نہیں کیا اس غلط روایت کی تردید میں متعدد کتابیں لکھی جا چکی ہیں اس کے بعد وائی روایت نقل کرنے کے بعد تحریر ہے کہ "یہ سب معاویہ شاہی ٹکسال کے کھوٹے سکے ہیں۔ ایسی روایات نہ عقلاً صحیح ہیں نہ نقلاً ص ۲۶۴۔"

سرکار علم الہدیٰ کی تحریر کہ جناب علامہ قاضی علم الہدیٰ نے محض اس قسم کے نکاح کی صورت کو جائز قرار دینا فرض کیا ہے نہ کہ حضرت عمر اور حضرت ام کلثوم بنت علی و فاطمہ کے عقد کو صحیح تسلیم کیا ہے۔

شیخ قمی کا اظہار | علامہ شیخ عباس قمی نے صرف اس قصے کا کتابوں میں لکھا ہونا بیان کیا ہے نہ کہ تائید کا اظہار۔

منتخب التواریخ | یہ کتاب منظرانہ ہے نہ محققانہ بلکہ ہر طرح کی تاریخی روایات کا مجموعہ ہے۔ لہذا حجت قرار نہیں پاسکتی۔

علامہ مجلسی کا موقف | علامہ مجلسی کی اپنی ذاتی رائے ہے جس کی اس روایات مذکورہ پر ہے جو کہ صحیح السند ثابت نہیں ہوتی ہیں ایسی ضعیف روایات کی بنیاد پر موافقانہ موقف اختیار کرنا محض ہنڈلے پھیرا ہوا مقصور ہوگا۔ حالانکہ ملت شیعہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ یہ نکاح محض افسانہ ہے۔

ہم نے شیعہ سنی دونوں منقولہ روایات کو علم الرجال کی روشنی میں ناقابل قبول ثابت کر دیا ہے۔ مولوی صاحب کا یہ ارشاد ہمارے نزدیک قطعاً ہسل ہے ہم جبر و انظار کی صورت میں یہ نکاح تسلیم کرتے ہیں حالانکہ ہمارا

تحقیق کے مطابق اس نکاح کا العقد ہی ثابت نہیں ہے اور کلینی کی کافی میں مندرجہ روایت کی عبارت ”ان ذالک فرج غصباً“، قول امام نہیں ہو سکتا ہے۔ شان امامت ایسے یہودہ کلام سے بالاتر ہے۔ یہ روایت ہشام بن سالم جو الیقینی سے بیان ہوئی ہے جس کا عقیدہ توحید بھی درست نہ تھا امام رضا علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ”ہشام بن سالم کا عقیدہ اختیار نہ کرو۔ اس فاسد العقیدہ راوی کے حالات ملاحظہ فرمائیں رجال کشی ص ۱۸ پر۔ اس روایت کا ایک راوی حماد بن یزید بھی ہے۔ علامہ حلی نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ ”عاصی“ یعنی غیر شیعہ تھا۔ دیکھئے خلاصۃ الاقوال ص ۱۹ نیز اس روایت کی سند بعض نے زبیر بن بکاء تک پہنچائی ہے جو کٹر ناصبی اور دشمن اہل بیت تھا۔ اب جس روایت کے راوی اس طرح کے افراد ہوں اس کا کیا مقام ہو سکتا ہے۔

اسی طرح علامہ خلیل قرظینی نے ”الصابغی“ میں جو تشریح کی ہے اس کا مدار بھی زبیر بن بکاء کی روایت پر ہے۔ زبیر بن بکاء شیعوں کے نزدیک تو قطعاً ناصبی ہے مگر اہل سنت علماء نے بھی اسے وضاع، ناقابل اعتبار اور مردود قرار دیا ہے۔ ملاحظہ کریں۔ (میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۳۴۳) مولوی صاحب نے جو فقہ حنفیہ بنت حمزہ جینیہ کا تحریر کیا ہے وہ عقلاً لغو ہے ہمارے علماء نے اس کی صحت سے انکار کیا ہے۔ آیت اللہ آقا سید جعفر بحر العلوم نجفی نے کتاب تحفۃ العالم شرح خطبۃ المعالم جلد ۱ ص ۲۴ میں اس روایت کو من گھڑت قرار دیا ہے اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک روایت میں تحریف ٹھہرایا ہے۔ وہ روایت اس طرح ہے مردم کا انکار ”عز بن اذینہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ لوگ ہم پر بہت کجبت کرتے ہیں امیر المومنین نے فلاں کو لڑکی بیاہ

دی۔ امام طیک لکھے تشریف فرما تھے جو شریعت میں اٹھ بیٹھے اور فرمایا  
 جو لوگ ایسا گمان کرتے ہیں وہ راہ راست کی طرف ہدایت پانے والے نہیں  
 ہیں۔ سبحان اللہ! کیا امیر المومنین اس بات پر قادر نہ تھے وہ اپنی لڑکی کو  
 کو ان سے چھڑا سکتے اور ان کے اور اس کے درمیان حائل ہوتے۔  
 انھوں نے محض گمان کر کے بھوٹ باندھ لیا۔ (ناسخ التوازیخ جلد ۳ صفحہ ۴۴)  
 الغرض ہمارے مسلک کے مطابق اس نکاح کا وقوع ہی ثابت  
 نہیں ہے اس لئے اس ضمن میں کسی تاویل من گھڑت کو ہم کوئی اہمیت  
 نہیں دیتے ہیں۔

**ابو محمد فضل بن شاذان کی تردید |** جناب ابو محمد فضل بن شاذان  
 بن خلیل نیشاپوری ہمارے جلیل القدر فقہا و ثقہ متکلمین میں سے ہیں  
 آپ امام رضا، امام محمد تقی، امام علی نقی، اور امام حسن عسکری علیہم السلام  
 کے مقتدر صحابی تھے۔ آپ کو اہل سنت نے بھی معتمد علیہ تسلیم کیا ہے  
 آپ اس افسانوی نکاح کی شدت سے تردید فرماتے ہیں کہ  
 ”لوگوں نے غلط طور پر یہ وہم کر لیا ہے کہ عمر نے اُمّ کلثوم الکبریٰ بنت  
 امیر المومنین کا رشتہ طلب کیا بلکہ انھوں نے تو اُمّ کلثوم بنت جبروی  
 خوارزمی سے نکاح کیا تھا“ (تاریخ قم حسن بن محمد بن حسن نیشاپوری فی معارف  
 شیخ صدوق ص ۱۹ مطبوعہ تہران)

**شیخ مفید کا تبصرہ |** سرکار علامہ شیخ مفید کا علمی تجربہ و تقویٰ  
 علمائے اہل سنت نے بھی تسلیم کیا ہے آپ نے بھی اس فرضی نکاح کی شدید  
 تردید فرمائی ہے اور تحریر کیا ہے کہ۔

”یہ روایت بظاہر دھڑی ہے کہ جناب امیر المومنین نے اپنی لڑکی کی شادی  
 حضرت عمر سے کر دی۔ بالکل ثابت نہیں ہے چونکہ اس کا راوی زبیر بن بکار ہے۔

جس کا طریقہ مشہور ہے یہ شخص نقل روایت میں ناقابل اعتماد ہے اور بہرہم ہے۔ چونکہ یہ حضرت علی علیہ السلام کا دشمن تھا اور بنو ہاشم پر اپنے دعوؤں میں بالکل ناقابل اعتماد ہے۔ درحقیقت یہ روایت اس لئے نشر ہو گئی کہ ابو جحہ یحییٰ بن حسن صاحب نے اپنی کتاب میں اس کو لکھ دیا۔ لوگوں نے علوی سمجھ کر اس روایت کو صحیح سمجھ لیا۔ حالانکہ اس نے یہ روایت نہ بیز بن بکار سے لی ہے اور یہ روایت بھی بذات خود مختلف طور پر نقل کی گئی ہے یہ بیز بن بکار کبھی یہ نقل کرتا ہے کہ امیر المومنین نے خود اپنی بیٹی کا نکاح کیا کبھی روایت کرتا ہے کہ عباس کو اس عقد کا متوی بنایا کہیں روایت کرتا ہے کہ یہ عقد حضرت عمر کی دھمکیوں پر واقع ہوا کبھی کہتا ہے کہ اختیار دینا رہ یہ نکاح ہوا۔ پھر بعض نے یہ کہا کہ عمر کا ایک لڑکا بھی پیدا ہوا جس کا نام زید ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ زید بن عمر کی اولاد بھی ہے بعض نے کہا وہ ہے اولاد تمہارا۔ کئی کہتے ہیں یہ اور اس کی ماں دولون قتل کر دیئے گئے کسی نے کہا ہے کہ ماں بعد میں بھی زندہ رہی کوئی کہتا ہے کہ عمر نے چالیس ہزار حق مہر مقرر کیا۔ کوئی کہتا ہے کہ چار ہزار درہم مہر دیا کسی نے کہا پانچ سو درہم دیا اور اس قول کی ابتدا اور اس واقعہ میں اختلاف کی کثرت اصل روایت کے باطل ہونے کی دلیل ہے جس کی کوئی تائید نہیں ہو سکتی۔

(المسائل السرویه ص ۱۱۱ المسئلۃ العاشرہ مطبوعہ بھٹہ)

اسی طرح علمائے اہل تشیع کی طرف سے لائق اذکتب اس نکاح کی تردید میں موجود ہیں پس ایسی پر تعداد روایات اور معنی بردار روایات کی دشمنی میں اس نکاح کو درجہ ثبات معنوی بخشنا اور رفیقین کا مسلمہ قرار دینا قطعاً مقبول نہیں ہو سکتا ہے۔

مولوی صاحب نے حضرت عائشہ کی مثال اس نکاح میں پیش تو کر دی ہے لیکن انہوں نے صرف کم عمری کا رخ سامنے رکھا ہے جبکہ روایات کے مطابق عائشہ

کی عمر ۹ سال بیان ہوتی ہے اور اُمّ کلثوم کی چار یا پانچ برس پھر مولوی موصوف نے پیر لڑا اسی دالے رشتے کو سوتیلہ ٹھہرا کر قابلِ غور نہیں سمجھا ہے حالانکہ معاشرتی اخلاقی ضابطے اس عذر کو تسلی بخش قرار نہیں دیتے ہیں۔ حضرت عائشہ کی رخصتی مناسب وقت پر ہوتی ہے جبکہ روایت کے مطابق مبینہ اُمّ کلثوم قبل از نکاح ہی دولہا کے گھر میں بڑے میال کی دست درازی کا شکار ہو جاتی ہے پیر لڑا اسی چلے سوتیلی ہی سہی ثقافت میں یہ رشتہ ضرور ملحوظِ خاطر رکھا جائیگا اور عام تمدن کی مروجہ عادات و رسومات کے برعکس سمجھا جائے گا۔

مولوی عبدالرحمن صاحب نے خط میں اُمّ کلثوم بنت علیؑ و فاطمہؑ کی عمر کو بارہ سال بیان کیا ہے جو تقریباً صحیح ہے مگر بحث بارہ سالہ اُمّ کلثوم بنت علیؑ و فاطمہؑ کی نہیں ہے۔ بلکہ صغیرہ، نابالغہ، کمسن، صبیحہ اُمّ کلثوم کی ہے جسکی عمر تمام تر روایات میں چار یا پانچ برس سے زائد بیان نہیں ہوتی ہے پس از روئے روایات اور بمطابق اقرار مولوی صاحب اُمّ کلثوم زوجہ بنی قریظہ کی مبینہ عمر یعنی چار یا پانچ سال اور اُمّ کلثوم بنت علیؑ کا سن یعنی بارہ سال از خود اس قطع کو پاک کر دیتے ہیں کہ وہ زوجہ جو صبیحہ نابالغہ اور صغیرہ تھی وہ بنت علیؑ ہرگز تھی بلکہ کوئی اور تھی کیونکہ اگر اس دلہن کی عمر بارہ سال ہوتی تو کم سے کم ایک آدھ روایت تو اس ذیل میں ملتی جو اسے بالغہ ثابت کرتی۔ پس اُمّ کلثوم بنت علیؑ کی عمر گیارہ یا بیسٹھ ہونا اس افسانوی نکاح سے ہرگز مراد نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ اس لڑکی کا رشتہ سادہ میں عمر کے ساتھ طے ہوا تھا وہ حد نابالغی میں محصور رہتی ہے۔ مندرجہ ذیل تمام کتب اہل سنت اس کا واضح ثبوت دیتی ہیں کہ اس لڑکی دلہن کا سن ناقابلِ مشادی تھا۔

(۱) استیعاب جلد ۲ ص ۷۷ (۲) ذخائر العقبیٰ ص ۱۱۷

(۳) سیرۃ عمر ابن جوزی ص ۲۰ (۴) السمۃ الثمین ص ۲۵۷



- (۵) طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۲۶۳ (۶) نسب قریش زبیری ص ۲۱۹  
 (۷) اعلام النبہ جلد ۱ ص ۲۵۶ (۸) ابن عساکر جلد ۱ ص ۱۵  
 (۹) اصحابہ جلد ۲ ص ۲۹۹ (۱۰) المہذب موصی ص ۲۲۰ (۱۱) تذکرہ خواں اللہ ص ۲۲۲  
 (۱۲) ہدایۃ السعد ص ۲۵۹ (۱۳) صواعق محرقة ص ۵۵  
 (۱۴) براہین قاطعہ ص ۱۵۹ وغیرہ وغیرہ۔

بس حضرت عمر کو تو بنی سے بچانے اور زناہوس صحابہ کے تحفظ کے لئے واجد کر لیا یہی ہے کہ اس افسانوی نکاح کے انعقاد سے انکار کیا جائے ورنہ بلاوجہ اس عقد نامحجود پر اصرار ایک طرف اسلام کے دورِ راشدِ ظریفوں کی تعظیم کو ختم کرے گا تو دوسری طرف اسلام کی تعلیمات کو مہرہ بنانا رہے گا۔ کیونکہ یہ زمانہ محقق عقیدت کے پھولوں سے نہیں مہکتا ہے بلکہ اب حقائق کو فطرت عقل و شعور اور ماحول کے ترازو میں تول کر تسلیم کیا جاتا ہے لہذا افسانوی فرقہ وارانہ تعصب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے غیر مسلم زبان کو بند کرنے کی خاطر ضروری ہے کہ اس بیہودہ حکایت اور بے حیا و آیات کو ٹھکرا دیا جائے۔ جیسا کہ مخلص دانشور ابن اسلام نے بلا لحاظ سخی و شیعہ اس افسانوی نکاح کو افتراء قرار دیا ہے۔

ہشی! مجھے احساس ہے کہ میرے معروفات طویل ہو گئے شاید تم اکتاہٹ

محسوس کرنے لگی ہو مگر یہ درگزر بھاری پریشانی کا سدِ باب کرنے کے لئے معاون ثابت ہو گا میرا حقیر رائے یہ ہے کہ تم ایلٹز بھٹو کو شیعہ اور سخی دونوں علماء کا تردید سے بیان مطالعہ کر دو۔ اور اس پر طالع کر دو کہ یہ نکاح محض تراشیدہ قصہ ہے اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ ہی حضرت عمرؓ ایسے چال چلن والے تھے اور نہ ہی حضرت علیؓ کا کردار اس طرح کا تھا یہ تو محض سیاسی سازش کے تحت افسانہ اختراع کیا گیا جسے کوئی بھی صاحب عقل سلیم مسلمان صحیح نہیں سمجھتا۔

ہو سکتی اور محض افتراء پر دازی اور بہتان تراشی بزرگان اسلام کی پاک سیرتوں کو نقصان نہیں پہنچا سکتیں نیز ایلزبتھ پر یہ بات بھی واضح کر دو کسی دیندار کا عمل بد ہرگز دین کے خلاف ہونے کی دلیل نہیں ہوتا اور نہ پھر خوارگی حضرت عیسیٰؑ پر ہودہ عسکریؒ کی جس نے جناب مسیحؑ کو گرفتار کر وایا اس کی اس بدکرداری کی دلیل پر مذہب عیسائیت کی تردید کی جاسکے گی۔ اگر اس مسئلہ میں تمہیں کوئی مزید اعتراض ہو تو وہ مجھ سے علیحدہ طور سے لکھ کر لینا۔ فی الحال ایلزبتھ سے جان چھڑاؤ۔ شکریہ۔

عالیہ

عائشہ جس کے نزدیک یہ مسئلہ آزمائشی و امتحان بن چکا ہے بیتاب ہے کہ کسے ایسا معقول حل مل جائے کہ ایلزبتھ کا لڑپا ہوا رجحان پھر بدلے۔ آئے وہ جیسے ہی فرصت و فراغت کے لمحات پاتی ہے اسی تحقیق و جستجو میں رہتی ہے۔ ایلزبتھ کا رویہ عائشہ کے ساتھ گویا نہیں لیکن کم سے کم پہلے سے بلاغ و زور و تحسوس ہوتا ہے وہ نہ ہی کوئی مذہبی گفتگو کرنے میں دیہی کا اظہار کرتی ہے اور نہ ہی اسلامی لٹریچر کا مطالعہ اس ذوق و شوق سے کرتی ہے جو کچھ عرصہ قبل تھا۔ ایلزبتھ کا خیال ہے کہ مسلمانوں کے پاس اس موثر ارض کا کوئی کھلی جواب نہیں ہے۔ وہ مطمئن ہے کہ عائشہ اس داغ و بظا کو صاف کرنے میں کسی طرح کامیاب نہ ہوگی کیونکہ وہ اس نکاح کی تائید کر چکی ہے اور عالیہ جس نے اس نکاح کو ڈھونگ قرار دیا ہے اس وقت تک معتبر نہ قرار پائے گی جب تک دونوں مسلمان لڑکیوں میں اتفاق نہ ہو جائے پس ان کا باہمی جھگڑا اور نا اتفاقی اس الجھن کو سلجھانے میں سنگ راہ رہے گی۔ ایلزبتھ کو عائشہ کی سنائی ہوئی وہ بات بھی یاد ہے کہ اس نے مشکوٰۃ شریف سے ایک روایت بیان کی تھی کہ جب حضرت عمرؓ نے حضرت فاطمہ بنت محمدؓ کا رشتہ منکر اسلام سے طلب کیا تھا تو رسولؐ نے جواب دیا تھا کہ یہ ابھی سچا

ہے صغیرہ ہے۔ اب کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ ایک شخص بندہ سولہ برس بعد اس سچی کارشتہ مانگتا ہے جس کی ماں کا رشتہ اُسے عذر صغیر سہی کی بنا پر دینے سے انکار کیا گیا اور یہ انکار رسولؐ نے کیا۔ اگر یہ شخص حکم رسولؐ کا پابندی یا لحاظ دار نبی ہے تو اس کو یہ خواہش زیب نہ دیتی تھی۔ بلکہ از روئے شریعت اسلامیہ یہ گناہ تھا کیونکہ جس بات سے رسولؐ روکیں اس سے روکنا واجب ہے۔

ایلیزہ عقیقہ مطمئن ہے کہ اگر عائشہ نے اس مسئلہ پر گفتگو کی اور اس نکاح کو مستحسن سمجھا یا تو اسی کی سنائی ہوئی روایت سے وہ اس کی تکذیب کر سکے گی اور یہ بھی ثابت کر دے گی کہ یہ عمل خلاف سنت رسولؐ تھا عائشہ کو عالیہ نے اپنا تبصرہ دے دیا ہے وہ اس کا مطالعہ کر رہی ہے اور مندرجات اس کے دل میں اترتے، جی کو لگتے اور عقل و نقل پر پورے پڑتے محسوس ہو رہے ہیں اس کو عالیہ کا دیا ہوا یہ مشورہ بالکل معقول لگتا ہے کہ اس توہین آمیز نکاح کا انکار کر دینا ہی ہمارا شرم سے چھلکی ہوئی نگاہوں کو اٹھانے کا واحد حل ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ اُسے یہ بھی کھٹکا ہے کہ میں پہلے اس نکاح کی حمایت میں بیان دیے چکی ہوں اب خود ہی اپنی بات سے کس طرح پھیر سکتی ہوں اور پھر یہ کہ عالیہ کا تعلق مذہب شیعہ سے ہے اس نے اپنے نظریات کے مطابق اس نکاح کو افانوی ثابت کیا ہے۔ مگر وہ پھر سوچتی ہے کہ عالیہ کا تبصرہ دونوں مذاہب کی روشنی میں ترتیب دیا گیا ہے اور شیعہ دینی دونوں مذاہب کے علماء کی مشہاد قوں سے یہ قسط من گھڑت ثابت کیا گیا ہے پس میں کوئی ایسی ہستی تو ہوں کہ میں جو غلطی کرنے سے محفوظ ہوں میں کیوں نہ اپنی نظریاتی اصلاح کر لوں۔ اور ایلیزہ تبھ کے سامنے سر اٹھا کر اعلان کر دوں کہ یہ نکاح ہرگز نہیں ہوا ہے۔ یہ ہمارے علماء کی

تحقیق و تصدیق ہے۔

پس عائشہ نے ارادہ کر لیا کہ آج وہ ایلیزبتھ کی پیدائش شدہ غلط فہمی کو دور کر دے گی۔ وہ بڑا ملکہ دے گی کہ ایسا خلاف عقل اور دشمن شرافت باتوں سے اسلام کو دور کا بھی لگاؤ نہیں ہے۔ وہ بلا جھجھک اعلان کر دے گی کہ سابق زمانے کے شریک سیاستدانوں کی دماغی ایجادیں ہیں جن کے بل بوتے پر انھوں نے سادہ لوح لوگوں کو گمراہ کیا۔ ہم ایسے حیا سوز واقعات بلکہ حیات کی سختی سے تردید کرتے ہیں اور ان سے بیزاری کا دلائل کا اظہار کرتے ہیں اس نام نہاد نکاح کا تعلق نہ ہی ہمارے عقائد و ارکان سے ہے اور نہ ہی اصول و فروع سے ان کا کوئی واسطہ ہے یہ عقل کے بھی خلاف ہے اور عقل کے بھی ٹھنڈا سے ردی کی ٹوکری میں پھینک دینا چاہیے کسی مذہب کی حقیقت کے لئے ہمیشہ اس کے بنیادی اصول و قواعد کو جانچنا پڑکھا جاتا ہے اگر اس کے اصول فطری ہم آہنگی کے حامل ہوں اور اس کے فروع بمطابق عقل و شعور ٹھہریں تو اس مذہب کی حقانیت کے لئے کافی ہوتے ہیں۔ کتابیں خواہ کسی ہی پایہ کی ہوں علماء چاہے کتنی ہی شان رکھتے ہوں بہر حال ان کی ایسی تحریریں جو حضرت عمر یا کسی اور برگزیدہ ہستی پر بے شرعی و بے غیرتی کا الزام عائد کریں وہ ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتی ہیں کیونکہ اسلام اور اس کے اکابر بزرگوں کی عزت و جلالیت پر دھبہ لگانے سے بہتر یہی ہے ایسی روایات کو پانی سے دھو ڈالیں اور اسے علماء کی باتوں کو بالائے طاق رکھ دیں۔

عائشہ کو آنح قلبی سکون اور ذہنی قرار محسوس ہو رہا ہے۔ وہ خوش ہے کہ اسے ایک الجھن سے نجات مل گئی۔ اسے سکھ کی سانس نصیب ہوئی۔

عائشہ خدا کے حضور نماز شکر ادا کرتی ہے جب عائشہ نماز سے فارغ ہوتی ہے

۱۔ مولوی شبلی نعمانی نے واقعہ قرطاس کا انکار اسی عذر پر کیا ہے (الفاہوق)

تو ایلزبتھ کو کمرے میں موجود پاتی ہے۔ ۶۹

ایلزبتھ :- میں آشی کیا بات ہے آج بڑی تم FRESH  
اور سمارٹ دکھائی دے رہی ہو۔ چہرہ ہار دلوق اور کھلا ہوا ہے۔  
عالمشہ :- ہوں۔ بنانا بھی کوئی تم سے سیکھے۔ کوئی نکال بات  
تو نہیں ہے۔

ایلزبتھ :- اس میں بنانے کی کیا بات ہے واقعہ گزشتہ دنوں کی  
نسبت آج تم تو دما زہ اور ہمشاش لبشاش نظر آ رہی ہو۔  
عالمشہ :- اچھا بھئی۔ ایسا ہی ہو گا ویسے مجھے تو آج تم بھی  
بہت بیاری لگ رہی ہو۔

اس رسمی گفتگو کے بعد عائشہ اصل مقصد کی طرف آتی ہے اور ایلزبتھ  
کو کہتی ہے کہ

عالمشہ :- ایلزبتھ تم نے جو اس دن حضرت عمر کے نکاح پر اعتراض  
کیا تھا میں نے اس کی ریسرچ کی ہے اور اطلاعات حاصل ہے کہ حضرت ام کلثوم سے  
حضرت عمر کا شادی کرنا عادتاً، شرافت، ادب، تہذیب، رسم و رواج  
اور انسانی حیاء و عزت کے اعتبار سے ناممکن تھا اور ہم مسلمانوں کے نزدیک  
ایسی تمام روایات جھوٹی ہیں۔ یہ صرف اسلام کو بدنام کرنے کے لئے  
دشمنوں نے گھڑی ہیں۔ یہ نکاح نہ ہی عقل سے صحیح ثابت ہوتا ہے  
اور نہ ہی نقل سے کچھ سادہ لوح لوگوں نے اس افارہ کی تائید ضرور  
کی ہے مگر اسلامی شریعت کے لحاظ سے نہ ہی یہ نکاح فقہ کے مطابق صحیح  
ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی تاریخ سے اس کے انعقاد کی تصدیق و توثیق  
ہوتی ہے۔ روایتاً اور درایتاً اس نکاح کی نفی ثابت ہے۔

عائشہ ایلزبتھ کو علماء کے بیانات پڑھوا دیتی ہے اور اس کی  
غلط فہمی دور کر دیتی ہے۔

# حقیقت

افسانہ تمام ہوا۔ اب حقائق کا رخ ملاحظہ فرمائیے۔ روایتی وراثتی اعتبار سے عقیدہ اُمّ کلثوم ایک مفروضہ بد نہاد کارروائی قرار پایا۔ اب تاریخی احوال سے اس نام نہاد نکاح کی حیثیت سماعت فرمائیں۔

(۱) یہ عقیدہ ذیقعد ۳۱ھ میں منعقد ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اسی سال حضرت زینب بنت علیؓ کی شادی خانہ آبادی جناب عبداللہ بن جعفر سے ہوئی۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بڑی بیٹی کی موجودگی میں چھوٹی دختر کا نکاح پہلے کیوں کر دیا گیا؟

(۲) تاریخ میں تصریح مرقوم ہے۔ اُمّ کلثوم اور ان کے ہجرت کے بعد زید جنکی عمر بیس برس تھی کا انتقال ایک ہی وقت پر ہوا۔ امام حسن نے عبداللہ بن عمر کو ناز بخازہ پر ہنسنے کو کہا جبکہ اُمّ کلثوم ۶۱ھ میں واقعہ کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ تھیں اور اسیران کربلا میں تھیں۔ عبداللہ بن عمر کا زید کی حکومت پر بہت اثر و رسوخ تھا حتیٰ کہ مختار کو ان ہی عبداللہ کی سفارش پر رہا کر دیا گیا تھا حالانکہ وہ اعلانیہ بنی امیہ کے جانی دشمن تھے۔ مگر ان عبداللہ نے اپنی سوتیلی ماں کی سفارش نہیں کی ہے۔ اگر حضرت اُمّ کلثوم عبداللہ بن عمر کی سوتیلی ماں ہوتیں تو وہ ضرور غیرت کھاتے اور اپنے باپ کی عزت کو بازاروں میں در بدر نہ ہونے دیتے۔

(۳) مورخین نے لکھا ہے کہ بعد از وفات عمر حضرت اُمّ کلثوم کا نکاح یحییٰ بن جعفر سے ہوا حالانکہ شیعہ روایات میں ۳۱ھ میں بنی زینب و اُمّ کلثوم

دولوں کا عقد ایک ہی وقت میں عبداللہ اور عیون سے ہوا۔ بعد از وفات عمر  
حضرت عیون سے بی بی اُمّ کلثوم کا نکاح اس لئے ناقابل تسلیم ہے کہ جناب  
عیون بن جعفر زمانہ عمر ہی میں جنگ فارس میں کام آگئے یعنی عیون حضرت عمر  
کی زندگی ہی میں انتقال کر گئے۔ پس بعد از موت عمر کیا عیون کی روح سے  
شادی ہوئی؟ ۲۰ء میں اُمّ کلثوم کا دوسرا عقد جناب محمد بن جعفر طیار  
سے ہوا جو جنگ صفین میں شہید ہو گئے اس کے بعد اُمّ کلثوم نے بیوگی کے  
دن کاٹے وہ لا ولہ تھیں۔ بی بی زینب کی دختر کلثوم کی نسبت سے اُن کی  
کنیت اُمّ کلثوم ہو گئی جبکہ اصل نام زینب صغریٰ تھا۔  
(نوٹ: بعض علماء اور مجدد حاضر کے محققین کا خیال ہے کہ حضرت اُمّ  
کلثوم کا عقد صرف عیون بن جعفر ہی سے ہوا جو واقعہ کربلا میں جہاد کے  
میدان میں شہید ہوئے۔)

۴۔ کسی بھی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ وقت نکاح  
یعنی ۱۰ھ میں منکبہ اُمّ کلثوم بالغہ تھیں بلکہ صغیرہ اور صبئیہ کے الفاظ  
سے کسی پر زور دیا گیا ہے جبکہ حضرت اُمّ کلثوم بنت علی وفاطمہ ۱۰ھ  
میں قابل شادی تھیں۔ اُمّ کلثوم کی نابالغی اور کسی پر تمام مورخین کا اتفاق  
ہے اور ابن حجر مکی نے اس سلسلہ میں ایک وضاحتی بیان لکھا ہے جو آپ  
آئندہ ملاحظہ کریں گے۔

۵۔ اہل بیت رسولؐ کے افراد خاندان نے اکثر اس نام بہاد نکاح کا  
انکار کیا ہے چنانچہ علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں۔

”اہل بیت کی جماعت جہلاً اس نکاح سے انکار کرتی ہے جس  
ہمیں تعجب ہوتا ہے“ ابن حجر مزید لکھتے ہیں ”جب حضرت علیؑ نے

اُمّ کلثوم کو حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دیا تو وہ اُن کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ اُن کو اپنی گود میں بٹھالیا۔ اُن کے بوسے لئے اُن کے حتیٰ میں دعائے خیر کی اور حضرت عمرؓ نے جو اُمّ کلثوم کو اپنی گود میں بٹھایا اور اسے سینے سے چسپایا اُن کے ساتھ یہ برتاؤ اُن کی موت کے خیال سے کیا کیونکہ اُمّ کلثوم اپنی کم سنی کی وجہ سے اس عمر کو نہ پہنچی تھیں کہ اُن پر شہوت ہو سکتی جس کی وجہ سے حضرت عمرؓ پر یہ باتیں حرام ہوتیں اگر وہ بہت چھوٹی بچی نہ ہوتیں تو اُن کے والد اُن کو حضرت عمرؓ کے پاس بھیجتے ہی نہیں۔

(صواعق حرقہ مطبوعہ مصر ص ۹۲)

اب ہم علامہ ابن حجر مکیؒ سے پوچھتے ہیں کہ اگر یہ اُمّ کلثوم واقعی بنت علیؓ و فاطمہؓ تھیں (معاذ اللہ) تو سادہ میں وہ کیا رہ بارہ برس کی ہو چکی تھیں اتنی چھوٹی کس طرح ہو گئیں کہ مورخین نے حدیث تک تعبیر کر دیا حالانکہ مورخین نے اُمّ کلثوم کا سن پیدائش ۳۵ھ یا ۳۶ھ بیان کیا ہے۔ پھر کس طرح حضرت علیؓ کا اُن کو حضرت عمرؓ کے پاس بھیجنا درست ہو گیا اور حضرت عمرؓ کا بوسہ و کنارہ سینے سے لیٹنا نا اور گود میں لینا جائز ٹھہرا۔ جبکہ عرب کی اب وہ بڑا کے مطابق قریشی عورتوں کی حالت یہ تھی کہ بی بی عائشہؓ صرف نو برس کی عمر میں ہم بستری کے قابل ہو گئیں تھیں چنانچہ حضرت عذہؓ فرماتی ہیں کہ اتنی عمر میں رسولؐ نے میرے ساتھ جماع کیا۔ پس عقل و نقل دونوں طرح سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُمّ کلثوم بنت علیؓ و فاطمہؓ ۳۵ھ میں بالحد تھیں اور اُمّ کلثوم زوہرہؓ اس وقت بالکل نشی، نادان، گود میں بٹھانے بلکہ بوسے لینے کے قابل اور تمام بدن دیکھ جانے کے لائق بچی تھیں۔ یہ وہی اُمّ کلثوم تھیں جو ۶۹ھ میں فوت



ہو گئیں اور اس کے بعد دنیا میں ان کا وجود نہ تھا۔ سہ ماہی کے بعد جو اُمّ کلثوم دنیا میں تھی وہ زویہ عمر پرگز نہ تھیں کیونکہ ایک ہی عورت کا سہ ماہی میں مرجانا اور اللہ یا اس کے بعد بھی زندہ رہ کر قید ہونا عقل و نقل دونوں کے خلاف ہے اور جو شخص ان دونوں کو ایک ہی کہے یا دونوں کے حالات ایک ہی عورت کے قرار دے یا دونوں کے تعلقات ایک ہی بی بی سے منسوب کرے۔ اس کے دماغ کا علاج کرنا ضروری ہو گا۔ ایک بچہ بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ سہ ماہی سے قبل مری ہوئی اُمّ کلثوم اور تھی اور کربلا والی اُمّ کلثوم اویہ۔

## اُمّ کلثوم کی شخصیت کے تعین میں علمی گھبراہٹ

علمائے اہل سنت نے اپنے خلیفہ دوم پر سیدہ طاہرہ کی ناراضگی کا الزام دور کرنے کے لئے نکاح اُمّ کلثوم کا افانہ تو مشہور کر دیا مگر اس جھوٹ کی پختہ ثابت کرنے کے لئے بہت بڑے سہارے ڈھونڈے اور لاکھ کوششوں کے باوجود بھی یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ جس اُمّ کلثوم بنت علی کا عقد سہ ماہی میں فرض کیا گیا وہ جناب امیر علیہ السلام کی کونسی صاحبزادی تھیں وہ کب مری اور کس کس سے عقد کیا۔ ایک جماعت علمائے اہل سنت نے دعویٰ کیا کہ اُمّ کلثوم جناب زینب سے بڑی تھیں مثلاً ابن سعد امام ترمذی، حافظ ذہبی، مسعودی وغیرہ اسی اشتباہ کی وجہ سے اہل سنت میں اختلاف ہے کہ عبد اللہ بن جعفر سے اُمّ کلثوم کی شادی کب ہوئی۔ چنانچہ ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ عبد اللہ بن جعفر کا عقد اُمّ کلثوم سے ان کی بہن زینب کے انتقال کے بعد ہوا۔ لیکن ابن انباری نے اس کے

خلاف یہ لکھا ہے کہ عبداللہ بن جعفر کی شادی پہلے اُمّ کلثوم سے ہوئی ان کے مرنے کے بعد زینب سے نکاح کیا جس عہد کی بھی یہی رائے ہے۔

حالانکہ یہ بالکل غیر معقول بات ہے کیونکہ علمائے اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اُمّ کلثوم زید جبر عمر کا انتقال معاویہ بن ابوسفیان کے دور میں ہوا پھر تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ زینب بنت علیؑ کے پہلے شوہر عبداللہ بن جعفر ہیں اگر ابن ابیاری اور عدوی کا قول مان لیا جائے تو لازم آئے گا کہ بی بی زینبؑ کی شادی ۱۰ سال کی عمر میں ہوئی جو قطعاً باطل ہے کیونکہ اہل سنت میں جناب علیؑ نے خود حضرت زینبؑ کا عقد عبداللہ سے کیا۔

مصری ادیب بن قاسم اپنی کتاب "السيدة زينب" میں دعویٰ کرتے ہیں کہ اُمّ کلثوم کی شادی حضرت عمرؓ سے ہوئی اور بعد معاویہ میں ان کا انتقال ہوا اور مدینہ میں وفات پائی۔ ص ۶۲۔ مگر یہی صاحب آگے جا کر پھر لکھتے ہیں کہ اُمّ کلثوم واقعہ کربلا میں موجود تھیں اور شام میں مدفون ہوئیں ص ۶۲۔

"در دعویٰ کو حافظہ نہ باشد" اب بھلا سوچیں معاویہ کے دور میں مگر اُمّ کلثومؑ پر مد کے زمانہ حکومت میں اس کی قید بننے کے لئے مدینہ کے قبرستان سے اُٹھ کر شام چلی گئی تھی؟ بعض علمائے اہل سنت مثلاً ابن جوزی اور لیث وغیرہ نے دعویٰ کیا ہے کہ اُمّ کلثوم بنت علیؑ حین کا اصل نام رقیہ تھا وہ کم سنی میں وفات پا گئیں۔

جن لوگوں نے اس افسانوی نکاح کو بیان کیا ہے انھوں نے عمر کی

وفات کے بعد مختلف مشورہوں کو مختلف ترتیب سے بیان کیا ہے۔ اور یہ اختلاف از خود ثابت کرتا ہے کہ کہانی بھڑکی ہے۔

ام کلثوم بنت علی وفاطمہ اور ام کلثوم زوجہ عمر کا تقابلی جائزہ

ام کلثوم زوجہ عمر بن الخطاب

بنت علی ام کلثوم زوجہ ابن جعفر

۱۔ ۱۱ھ میں کنس نابالغ بچی تھیں

لہذا سن ولادت ۱۲ھ ہوا۔

۲۔ ۱۳ھ میں عمر معاویہ میں

مدینہ میں اپنے بیٹے کے ساتھ

فوت ہوئیں۔

۳۔ آپ کا نکاح عمر بن عباس اور

مغیرہ بن شعبہ کے مشورہ سے ہوا۔

(طبری کامل)

۴۔ آپ بااولاد تھیں۔ (معارف)

۵۔ آپ کا حق مہر ۴ ہزار درہم ٹھہرا

جو حضرت عمر نے ادا کیا۔ (الفاروق)

۶۔ آپ واقعہ کربلا سے سات سال

پہلے فوت ہو چکی تھیں۔

۱۔ آپ کی ولادت ۱۳ھ میں ہوئی

لہذا ۱۱ھ میں بالغ، راشدہ اور

عائقہ تھیں۔ (رسالہ زینبہ سیوطی)

۲۔ آپ کی وفات ۶۲ھ میں ہوئی

آپ واقعہ کربلا میں موجود تھیں۔

۳۔ آپ کا عقد جناب امیر نے بحکم مکمل

عمر بن جعفر سے کیا (عقد الفرید)

۴۔ آپ لا اولد تھیں (العقد المنظوم)

۵۔ آپ کا حق مہر سیدہ فاطمہ کی طرح

صرف ۸۰ درہم مقرر ہوا جو جناب امیر (ع) کے

نفاذ مال سے بطور مہر عطا فرمایا۔

(العقد المنظوم)

۶۔ آپ نے حالت اسیری میں ابن زیاد

کے دربار اور بازار کو فہ میں فلک  
شکاف انداز میں سرچ و تبلیغ خطبے  
پڑھے۔

۷۔ آپ کے متعدد نکاح مختلف  
شہر وول سے ہوئے۔

۸۔ آپ کامر ف ایک نکاح حضرت  
عون بن جعفر سے ہوا۔

## ایک شبہ کا ازالہ

دورِ حاضرہ میں افسانوی نکاح کے بارِ اقی عوام الناس کو دھوکہ  
دینے کے لئے اس خیال خام کا پرچار کر رہے ہیں کہ جو ام کلثوم ام حنین  
علیہ السلام کے ساتھ معرکہ کربلا میں موجود تھیں وہ ام کلثوم صغریٰ تھیں  
یعنی مرتضیٰ کی کسی اور بیوی کے بطن سے نکلیں یہ بات قطعاً غیر مستند ہے اور  
کسی صحیح تاریخی حوالہ سے ثابت نہیں کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ اس بات کی تردید  
ہم نہایت معتبر حوالہ سے کرتے ہیں جناب شاہ عبدالعزیز دہلوی مصنف  
کتاب کشف اثنا عشریہ نے ایک نہایت قابل قدر کتاب ”سیر الشہادتین“  
تحریر فرمائی ہے اور ان کے معتمد و محترم شاگرد جناب شاہ سلامت اللہ  
دہلوی نے اس کتاب کی فارسی زبان میں شرح لکھی ہے جو ”تحریر الشہادتین“  
کے نام سے شہور ہے۔ وہ قافلہ سادات کی دربار یزید پدید میں بیٹھی کا واقعہ  
بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ  
”یزید نے لوگوں سے پوچھا یہ کون عورت ہے؟ لوگوں نے کہا

امام حسین کی بہن اور فاطمہ زہرا کی بیٹی حضرت زینب ہیں۔ اس کے بعد جناب  
 ام کلثوم کھڑی ہو گئیں اور امام حسین کے سر پر اپنے آپ کو گرادیا۔ پھر حضرت  
 کے ہونٹ اور دانوں پر اپنا منہ اس طرح ملایا کہ بے ہوش ہو کر زمین پر لوٹنے  
 لگیں جب ہوش میں آئیں تو یزید کے سختی میں بد دعا کرنے لگیں اور فرمایا کہ  
 یزید تو دنیا سے زیادہ نفع نہیں اٹھا سکے گا۔ اور جس طرح تو نے ہم لوگوں کو مصیبت  
 میں ڈال دیا ہے تو بھی دنیا و آخرت میں آرام کا منہ نہیں دیکھے گا۔ یزید  
 یزید نے پوچھا کیا یہ عورت بھی حسین کی بہن ہی ہے۔ ؟ لوگوں نے جواب  
 دیا ہاں یہ ام کلثوم حضرت فاطمہ زہرا کی صاحبزادی ہیں۔  
 (تحریر شاہد حسین علیہ مطہرہ لکھنؤ)

پس دربار یزید میں دی گئی مخالفین کی گواہی اس شبہ  
 کے ازالہ کے لئے کافی ہے کہ اسیرہ شام سیدہ ام کلثوم سلام اللہ  
 علیہا دختر علی و فاطمہ ہی تھیں۔ جبکہ زویہ عمر ام کلثوم اس واقعہ سے سات  
 سال پہلے اس دنیا سے رخصت ہو چکی تھیں۔

شعبہ دینی محرمین مورخین نے سیدہ ام کلثوم سلام اللہ علیہا نے  
 زہرات نقل کئے ہیں۔ خصوصاً وہ زویہ جو سیدہ نے اسیرہ کے بعد  
 مدینہ واپس آکر پٹھا بہت مشہور ہے۔ اور جمہور دینی عالم مفتی اعظم سلیمان  
 قندوزی نے اپنی کتاب نیا بیع المودۃ میں درج کیا ہے۔ اس سے  
 ثابت ہوتا ہے کہ آپ سیدہ طاہرہ کی دختر تھیں۔ آپ نے زہرا میں  
 اپنی والدہ معظمہ کو بھی پکارا ہے۔ اور اس کا آغاز ہی ”مدینہ جدنا“  
 کے الفاظ سے کیا ہے یعنی ”ہمارے نانا کے شہر“۔ معلوم ہوا کہ آپ  
 حضور اکرم کی لڑا سہی تھیں نہ کہ کسی اور بی بی کی بیٹی تھیں۔

## ترقی پرتنزی کا شوق

حضرت عمرؓ کے افسانوی نکاح کی خوشی میں ان کے نادان دوست یہ شادیانے بڑی دھوم سے بجاتے ہیں کہ ہمارے فاروق کو رسولؐ سے ولہاء عشیق تھا وہ اس نکاح پر شخص اس لئے مصر تھے کہ رسولؐ سے سببی رشتہ مستحکم ہو جائے میں اس مقام پر پھر انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ جناب عمرؓ جیسے مدبر سیاست دال اور جہاں دیدہ حکمران کی عقل کو روؤں یا ان کے خوشامدی بھی خواہوں کی سادگی کا ماتم کر دوں۔ کیونکہ عقلی فیصلہ ہے کہ ہر شخص ترقی کرنے، اور بچا ہونے، عروج پانے اور بڑا بننے کی کوشش کر لے اپنے مقام سے گرنے اور ترقی سے تنزل کی جانب آنے کا ارادہ کوئی بھی صاحب ہوش شخص نہیں کرتا ہے۔

اب بخود کریں کہ حضرت عمرؓ تو اس مرتبہ پر آچکے تھے کہ انھیں رسولؐ خدا کے والد نسبتی ہونے کا اعزاز حاصل ہو گیا تھا یعنی وہ اللہ کے رسولؐ کے بھی بزرگ بن گئے تھے اب بعد از رسولؐ ان کو کیا ہو گیا کہ اس عمر میں جبکہ وہ ٹانگیں قبریں لٹکائے تھے۔ بجائے ترقی کے تنزل کی طرف راغب ہو گئے۔ حضرت رسولؐ کریمؐ کے بزرگ اور والد نسبتی بننے کے بعد اس قدر چھوٹا بننے کی خواہش کیسے ان کے دل میں آگئی۔ ہماری عقل میں تو یہ بات آتی نہیں ہے کہ کوئی شخص اپنے داماد کی لڑاسی کو ساٹھ سال کی عمر میں دلہن بنائے۔ اور "پاپ" ہوتے ہوئے اسی کا "نواسہ" بن جانے کی حماقت کر دے۔ کم سے کم حضرت

عمر سے ایسی توقع نہیں کی جاسکتی ہے۔ یہ محض حضرت عمرؓ پر بہتان ہے۔ بہت متبے  
 حضرت عمرؓ کی شان کے سوا اور خلاف بات ہے کہ اپنی گود کی پالی ہوئی بہ لڑا اسی  
 گود کی زوجیت میں لینے کا ارادہ کیا ہو۔ معمولی اخلاق کا آدمی بھی ایسی  
 نازیبا حرکت نہیں کر سکتا ہے۔ اگر حضرت کو بالفرض محال ایسا رشتہ  
 پیدا کرنے کا شوق پیدا ہوا تھا۔ جیسا کہ ان کے بے قوف دوست خیال  
 کرتے ہیں تو اولاً یہ شوق ہی غیر معقول تھا کہ یہ خواہش تو کئی سال قبل  
 حضرت حفصہ کے نکاح سے پوری ہو چکی تھی اور اس سے کہیں کم تر نہایت  
 شرمناک نیا رشتہ پیدا کرنے کی ضرورت بلکہ محل و بے کار تھی۔ کیونکہ اس  
 عرصہ میں باہر حضرت عمرؓ کی ام کلثوم کو بھی سمجھتے ہوئے اپنی گود میں  
 بکھلا چکے ہوں گے۔ اور ام کلثوم بھی ان کو نانا جان ہی سمجھتی ہوں گی  
 لہذا ایسے حالات میں یہ رشتہ قطعاً بے جوڑ تھا۔ البتہ یہ شوق جناب عمرؓ  
 اپنی اولاد کے لئے اگر کرتے تو پھر بھی بات معقول ہوتی۔

عقل تو حضرت عمرؓ کے بارے میں ایسی حرکت کو کبھی تسلیم نہیں کرے گی  
 نہ ہی تہذیب اس کی اجازت دیتی ہے کیونکہ ورثہ حضرت رسولؐ سے جناب  
 عمرؓ کو پہلے حاصل ہو چکا تھا وہی سبب ورثہ ان کو اس ارادہ نکاح سے  
 سختی سے روکنے کے لئے کافی تھا۔ کیونکہ اس نام نہاد فعل کے غیر معقول  
 ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ میں جب حضرت عمرؓ رسولؐ کے  
 بن گئے تھے اور ام کلثوم کے سوتیلے پر نانا ہو گئے تھے اب ایسا خیال نہ  
 صرف خلاف تہذیب و شرافت تھا بلکہ خلاف انسانیت تھا۔

اگر یہ کہا جائے کہ اُنھوں نے جناب فاطمہؓ کا رشتہ بھی طلب کیا  
 تھا تو اس سلسلے میں عرض یہ ہوگی یہ خواہش کا رہی حضرت حفصہ کی

شادی سے قبل یہی یعنی سہ ماہی میں جبکہ حضورؐ اور حضرت حفصہؓ کا عقد اس واقعہ کے ایک سال بعد ہوا۔

ایک اور سوال ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ کیا وہ ہے کہ جناب زینب بنت علیؓ سلام اللہ علیہا کی موجودگی میں آنحضرتؐ کو چھوڑ کر بیوی کی طرح کی کاربستی لینے کی خواہش پیدا ہوئی حالانکہ حضرت زینبؓ بھی اس وقت کنواری تھیں۔ پس عمومی عقل رکھنے والا شخص اور بنیادی اخلاقی اصول سے آگاہ انسان بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ محض خاندانِ رسولؐ کی تحقیر اور حضرت عمرؓ کی توہین کرنے کے لئے یہ شرمناک افسانہ وضع کیا گیا اور نہ حضرت عمرؓ ایسے ناعاقبت انسان ہیں ہرگز نہ تھے کہ بڑھاپے میں اپنی بیوی اسی سے شادی بجالائیں۔ بقول قرآن مجید۔  
”یہ بڑی ہی سخت بات ہے۔ جو ان کے منہ سے نکلتے ہیں۔ یہ سفید جھوٹ بکتے ہیں۔“ (پل بقرہ)

اس نکاح سے نہ ہی حضرت عمرؓ کی شان و منزلت میں کوئی اضافہ ہوتا ہے اور نہ ہی اسلام کو فائدہ پہنچتا ہے بلکہ اہل جناب عمرؓ کا کردار کا چہرہ کالا نظر آتا ہے۔ اور اسلام کی تعلیمات مکروہ دکھائی دیتی ہیں۔

## اُم کلثومؓ کو جو حضرت عمرؓ کی بیوی تھیں

مورخین و محدثین اور علماء فریقین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جو اُم کلثومؓ حضرت عمرؓ کے نکاح میں آئیں وہ کم سن تھیں اور روایات میں اس بی بی کا سن چار سال سے سات سال تک کا بیان ہوا ہے۔ علماء یہ بھی تسلیم کرتے ہیں



کہ یہ عقد ۱۰ھ میں ہوا۔ ہم نے اوپر ثابت کیا کہ اُمّ کلثوم بنت علی سلام اللہ علیہا کی عمر ۱۰ھ میں گیارہ بارہ سال تھی اور یہ سن عرب کی آب و ہوا کی مناسبت سے صغیر سی کا نہ تھا بلکہ اس عمر میں عربی لڑکیاں قابل شادی ہو چکی ہوتی ہیں لہذا زوجہ عمر اُمّ کلثوم وہ نہیں ہو سکتی تھیں جو بنت علیؑ و فاطمہؑ تھیں۔ تاریخ سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ کے نکاح میں اُمّ کلثوم نام کی بیویاں متعدد تھیں مثلاً

۱۔ اُمّ کلثوم جمیلہ بنت عامر بن ثابت۔ جو عامر بن عمر کی ماں تھیں۔

(تاریخ الخلفاء علامہ دیار بکری جلد ۲ ص ۲۵۱)

۲۔ اُمّ کلثوم بنت جبرول خند اعیدہ ان کا اصل نام ملیکہ تھا۔ یہ زید بن عمر کی ماں تھیں۔ (تاریخ کامل جلد ۳ ص ۲۲)

۳۔ اُمّ کلثوم بنت عقیبہ بن ابی معیط۔ زہری کے مطابق یہ بی بی زمانہ جاہلیت میں عمر بن عاص کے پاس سے بھاگ کر آئی تھیں اور انھوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ان کے رشتہ داروں نے حضورؐ سے واپسی کا مطالبہ کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا۔ "جو عورت اسلام قبول کرے وہ واپس نہیں کی جائیگی چونکہ ابن عباسؓ ابھی کافر تھا لہذا واپس نہ کیا گیا اور حضرت عمرؓ نے ان سے نکاح کر لیا۔ (تفسیر کبیر فیخر الدین راز کا جلد ۱۰ شرح بخاری قسط لانی ج ۴ ص ۳۳)

۴۔ اُمّ کلثوم بنت لامیب۔ (سنن ابن ماجہ اور سنن البوہاری)

۵۔ اُمّ کلثوم بنت ابوبکر۔ دختر اسماء بنت عمیس خواہر محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ (طبقات الاقطیاء ابن جہاں۔ اعلام النبلاء ج ۴ ص ۲۵)

استیعاب، طبری، کامل وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد ان کی زوجہ اسماء بنت عمیس کے ایک لڑکی ۱۰ھ میں پیدا ہوئی چونکہ اسماءؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ سے شادی کر لی تھی لہذا اس کی کو جس کا نام اُمّ کلثوم تھا ایک روزہ حضرت علیؓ کے گھر آگئیں چنانچہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

”اسماء بنت عمیس (بیوہ ابوبکر) کے بطن سے ایک لڑکی بعد وفات ابوبکر پیدا ہوئی تھی۔ اسی لڑکی سے حضرت عمر کا نکاح ہوا (ملاحظہ فرمیں الفضائل تبلیغ مولوی محمد ذکریا۔ کتاب ہدایت السعداء علامہ دولت آبادی) پس چونکہ یہ امّ کلثوم رضی اللہ عنہا علیہ السلام کی تھیں لہذا رواج عرب کے مطابق ان کو بنت علی کہا گیا۔

حضرت عمر نے اس رشتہ کے حصول کے لئے ام المسلمین حضرت عائشہ کو راہی کیا ان ہی کی کوششوں سے یہ نکاح ہوا۔ چنانچہ علامہ ابن حجر نے اصحاب میں طبرانی نے اپنی تاریخ میں اور ابن اثیر نے کامل میں لکھا ہے۔

”حضرت عمر نے ان (امّ کلثوم بنت ابوبکر) سے اپنے عقد کے لئے پیغام حضرت عائشہ کے پاس بھیجا اور وہ راہی ہو گئیں۔“ گو کہ حضرت علی علیہ السلام ذاتی طور پر اس رشتہ پر ناخوش تھے مگر اہل دارت خاندان ابوبکر تھا جن کی سہ کردہ بی بی عائشہ تھیں لہذا ان کے دباؤ کے تحت آپ بھی بادل بخو استہ آمادہ ہو گئے۔ دشمنان اہلبیت نے اس رشتہ کو انتہائی غلط رنگوں میں پیش کیا جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ تفصیل میں نے اپنی کتاب ذکاؤل اذہان کجواب جلاء الاذہان المعروف ”ہزارد مضامین“ میں پیش خدمت کر دی ہے۔

حضرت عمر کا بی بی عائشہ کے پاس امّ کلثوم بنت ابوبکر کے لئے پیغام عقد بھیجنا اور بی بی صاحبہ کا رضامند ہونا مندرجہ ذیل حوالہ جات سے ثابت ہے

۱۔ تاریخ الخلفاء علامہ ابن ابی بکر ہی مطبوعہ مطبعة العامرة العثمانیہ مصر جلد ۱ ص ۲۶۷

۲۔ تاریخ کامل علامہ ابن اثیر مطبوعہ مصر جلد ۳ ص ۲۱

۳۔ استیعاب فی معرفة الاصحاب علامہ ابن عبد البر مطبوعہ حیدرآباد دکن

بعض حضرات کا خیال ہے کہ حضرت ابوبکر کی وفات کے بعد کوئی بیٹی ان کی پیدائش ہوئی جس کا نام ام کلثوم رکھا گیا حالانکہ مندرجہ ذیل شواہد سے یہ خیال غلط ثابت ہوتا ہے۔

۱۔ تاریخ الاحم والملوک ابن جریر طبری مطبعہ الحسینیہ قاہرہ مصر  
الجزء الثانی صفحہ

۲۔ تاریخ الکامل علامہ ابن الاثیر مطبوعہ مصر الجزء الثانی صفحہ ۱۶۱

۳۔ تاریخ الخلفاء علامہ دیلمی طبری مطبوعہ مطبعۃ العامہ العثمانیہ مصر  
جلد ۲ صفحہ ۲۶۷

۴۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ حافظ ابن حجر عسقلانی مطبوعہ مطبعۃ الشریفیہ مصر الجزء الثامن صفحہ ۲۸۶۔ الجزء الثالث صفحہ ۲ ترجمہ زید بن خاریجہ اور الجزء الثانی صفحہ ۲ ترجمہ الشماخ۔

کچھ لوگوں کا گمان ہے کہ ام کلثوم بنت ابوبکر حضرت اسماء بنت عمیس کے بطن سے نہ تھیں۔ چنانچہ صاحب لادق حرقہ نے استیعاب اوکثر الخصال کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ام کلثوم کی ماں جناب اسماء بنت عمیس تھیں۔

پس قرآن ثابت کرتے ہیں کہ سلسلہ میں چار یا پنج سالہ لڑکی ام کلثوم جس کا عقد حضرت عمر سے ہوا وہ حضرت ابوبکر کی صاحبزادی تھیں اور حضرت علی علیہ السلام کی ربیبہ تھیں۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ ام کلثوم اگر ربیبہ تھیں تو پھر حضرت عمر نے حضرت علیؑ کے سامنے نسب و سبب رسول کا ذکر کیوں کیا تو جواب یہ ہے یہ نہ ولایت نبوت صحت کی محتاج ہیں کیونکہ یہ سب تو جناب عمر کو پہلے ہی حاصل ہو چکا تھا حالانکہ اسلام میں رشتہ داری کوئی معیار نہیں ہے۔ اور مناکحت شرط فضیلت نہیں ہے۔ کیونکہ آئینہ کی زوجیت خروجن کے لئے مفید نہیں ہے۔ اور لوط علیہ السلام اور لوط

علیہ السلام کی بیویوں کے لئے رشتہ ازدواج کسی فائدہ کا سبب نہیں ہے۔ اسی طرح ابوہریرہ کے فرزند عقبہ و عقیبہ جو بقول اہل سنت داماد رسول تھے وہ بھی رشتہ دامادی سے کوئی شرف نہ پاسکے۔

ہم شمس العلماء مولوی شبلی نعمانی کی ایک عبارت نقل کرتے ہیں۔

”فلسفہ تاریخی کا یہ ایک راز ہے کہ جو واقعات جس قدر زیادہ شہرت پکڑ جاتے ہیں اسی قدر ان کی صحت زیادہ مشتبہ ہوتی ہے۔ دیوانہ بہرہ ہوا چاہے بابل، آب حیات، مارنھاک، جام جم سے بڑھ کر کس واقعے شہرت عام کی سند حاصل کی ہے؟ لیکن کیا ان میں ایک بھی اصلیت سے علاقہ رکھتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اکثر واقعات کسی خاص وقتی سبب سے شہرت کی منزل پر آ جاتے ہیں۔ پھر عام تقلید کے اثر سے جو خاضعۃ انسانی ہے۔ شہرت عام نئی بنا پر لوگ اس پر یقین کرتے چلے جاتے ہیں اور کسی کو تنقید اور تحقیق کا خیال تک نہیں آتا یہاں تک کہ دفعہ دفعہ وہ مسلمات عامہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔“ پس مولوی شبلی کی اس عبارت کو نہ نظر رکھ کر اس واقعہ عقدا م کلیم کو دیکھنا چاہئے۔ اور اندھا دھند روایات میں نہیں کھونا چاہئے۔ کیونکہ روایات میں غلط اور صحیح ہر طرح کی خبریں ہیں سچ اور جھوٹ کی پہچان کے لئے ہم مسلمانوں کے پاس خدا کی کتاب بہترین کسوٹی ہے۔ کتابیں لاکھ صحیح ہوں، مگر بالآخر وہ الہامی تو نہیں ہیں محدثین و مورخین کتنے ماسی جلیل القدر کیوں نہ ہوں بہر حال وہ معصوم اور محفوظ عن الخطا نہ تھے ان سے غلطی کا صدور جائز تھا۔

یہی وجہ ہے کہ اہل سنت کے ہاں تو یہ ہے کہ اپنی کتب کے صحیح ہونے کا دعویٰ ہے یعنی وہ اپنی جھ کتاہوں کو صحاح ستہ کہتے ہیں اور ان جھ میں دو کو صحیح سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ان صحیح کتاہوں میں لاتعداد غلط

اور غیر معقول باتیں موجود ہیں جن کو بالاتفاق مبنی بر کذب تسلیم کیا گیا ہے۔ مگر سفیوں کا اپنی کتابوں کے بارے میں ہرگز ایسا دعویٰ نہیں ہے۔ نہ ہی وہ اپنی چار کتابوں کو صحاح اربعہ کہتے ہیں بلکہ محض کتب اربعہ کہتے ہیں۔ اور ان کتابوں میں بھی جھوٹی سچی ہر طرح کی روایات موجود ہیں۔

پس جو بھی روایت خلاف قرآن ہو اس کو ترک کر دیجئے خواہ وہ شیعہ کتاب سے ہو یا سنی صحیح سے۔ چنانچہ جب ہم اس نکاح کے افسانے کو قرآن مجید کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو یہ تمام روایات بے کار۔ بے ہودہ موضوع اور خلاف قرآن قرار پاتی ہیں پس تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسی لغو باتوں کو بہتان سمجھ کر اویں کیونکہ نہ ہی عقلی طور پر یہ پایہ ثبوت کو پہنچتی ہیں اور نہ ہی نقلی اعتبار سے۔

ایسی خلاف نشان روایات کی اشاعت کے بجائے متفق فضائل اور علمی مسائل کی تبلیغ کی طرف توجہ دینی چاہئے تاکہ دنیا حقیقی اسلامی تعلیمات سے روشناس ہو سکے۔

دور حاضر میں زمانہ جن مسائل سے دوچار ہے اور جسے پر خطرات حالات میں گھرا ہوا ہے ان کے پیش نظر ایسے فرضی اور غیر ضروری مباحثے باہمی تلخی پیدا کر کے فضا کو مسموم نہ کر سکتے ہیں مگر کسی تعمیری منصوبے کی تکمیل میں مددگار ثابت نہیں ہو سکتے ہیں لہذا ہمارا مخصوصانہ مشورہ یہ ہے کہ ان فرسودہ بحثوں کو ختم کر کے اسلام کی عالمگیر حیثیت کو نمایاں کریں اور مخالفین اسلام کے عزائم کو خاک میں ملائیں۔ دشمنوں کے دانت کھٹے کر کے یہ حقیقت ہر خالص و عام سے منوائیں کہ دنیا کے تمام مادّی و روحانی مسائل کا واحد حل "دین اسلام" ہی پیش کرتا ہے یہی وہ خدا کا صحیح دین ہے جو تمام الجھنوں سے نجات حاصل کرنے کا راستہ بتاتا ہے۔ کوئی سائنس

ہو یا کوئی فن کوئی ہنر ہو یا حیرت اسلام سے اس کی ہم آہنگی ثابت ہے۔ حقیقی علوم اسلامیہ ہی تمام جدید علوم کا سرچشمہ ہیں جن کھیلوں کو آج مشینی دور میں ان تھک کا دستوں سے کھولا جا رہا ہے۔ چودہ سو سال قبل اسلام نے اُن کا داخل پیش کیا ہے مگر انیسویں صدی کے مسلمان خوابِ بیداری میں محو رہے۔ اول انھوں نے اپنی فلاح و بہبود کے حصول کی پرواہ نہ کی۔ گھر کے بونے کو جو گڑا سمجھ کر نظر انداز کیا اور باہر کے گھر کے پیچھے بھاگنے لگے۔ نہ ادھر کے رہے اور نہ اُدھر کے۔

المختصر ہم نے اس حقیقت کو پایہ ثبوت تک پہنچا دیا کہ یہ افسانہ بالکل بے بنیاد ہے۔ کچھ دشمنان اسلام نے اشتباہ نام سے فائدہ اٹھا کر اس کی مشہوری کر دی اور بعض نے نادانستہ طور پر مغالطہ کھایا۔ ورنہ حقیقت شناسوں کے لئے صحیح صورت معلوم کر لینا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔

شیخ الحدیث جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بحال مشکوٰۃ میں اس قصہ کو ہذا ائمہ تحریر کر کے ان ہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اور علامہ ابن اثیر نے اپنی تاریخ کابل کی تیسری جلد کے حصہ ۲ پر یہی مضمون درج کیا ہے جناب ملک العلماء دولت آبادی نے اس قصہ کی اصلیت یوں لکھی ہے۔

"اسماء بنت عمیس اول زن جعفر طیار بود باز در نکاح ابو بکر آمدہ از ابو بکر یک پسریک دختر ام کلثوم نام زائید بعد از ان بہ نکاح علی بن ابی طالب آمد۔ ام کلثوم ہمراہ مادر آمدہ عمر ابن خطاب بام کلثوم دختر ابو بکر نکاح نکرد۔"

یعنی حضرت اسماء بنت عمیس پہلے حضرت جعفر طیار کی زوجہ تھیں ان کے بعد حضرت ابو بکر کے نکاح میں آئیں ان کے ہاں ایک لڑکا اور

ایک بیٹی اُمّ کلثوم پیدا ہوئیں۔ ابوبکرؓ کے بعد آپ حضرت علیؓ ابن ابیطالب کی زوجیت میں آئیں۔ اُمّ کلثومؓ اپنی والدہ کے ہمراہ آئیں اور حضرت عمرؓ بن خطاب نے ان اُمّ کلثومؓ بنت ابوبکرؓ سے نکاح کیا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے اصحابِ ہجرت پر لکھا ہے کہ اُمّ کلثومؓ بنت ابوبکرؓ بوقت وفات ابوبکرؓ شکم مادر میں تھیں۔ حضرت ابوبکرؓ کی وفات ۳۱ھ میں ہوئی ہے پس ۳۱ھ میں عمر کے نکاح میں آئے وقت یہی اُمّ کلثومؓ ۴۴ھ برس کی ہوسکتی ہیں۔

حضرت عمرؓ کی زوجہ اُمّ کلثومؓ علامہ دولت آبادی کی تحقیق کے مطابق صغیر سنی میں حضرت عمرؓ کے گھر انتقال کر گئیں اور ان کی کوئی اولاد نہ تھی ہدایت السعداء ۲۵۹

لیکن ۵۵ سالہ اُمّ کلثومؓ بنت علیؓ سلام اللہ علیہا کے واقعہ کربلا کے بعد والے خطبے جو انھوں نے عالمِ اسیری میں فاسقوں کے دربار میں خطاب فرما کر مسلمانوں کی خوابیدہ حمیت کو جگایا آج بھی تاریخوں میں محفوظ ہیں۔ آپ کے پرفصاحت و بلاغت کلام نے شیر خدا علی المرتضیٰ علیہ السلام کی آواز کا استنباط پیدا کر دیا مسلمانوں کی غیرت کو جھنجھوٹ کر رکھ دیا۔ سیدہؓ نے اہل کوفہ سے خطاب فرمایا۔

”اے اہل کوفہ! تمہارا بڑا حال ہو۔ کس لئے تم نے حسین علیہ السلام کا ساتھ چھوڑا۔ اور ان کو شہید کیا۔ ان کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ اس کو اپنا ورثہ قرار دیا۔ اور ان کے اہل بیت کو قیدی بنالیا۔ ہلاک ہو تم۔ اور خدا کی رحمت تم سے دور رہے۔ وائے ہو تم پر۔ کیا جانتے ہو کس بلا میں گرفتار ہوئے اور کیسے کیسے خون تم نے بہائے کس کس کی بیٹیوں کو تم نے بے پردہ کیا کیسے اموال کو لوٹ لیا۔ تم نے ایسے شخص کے خون میں ہاتھ رنگے ہیں جو

پیغمبرؐ کے بعد تمام عالم سے بہترین تھا۔ تمہارے دلوں سے رحم اٹھ گیا۔ بے شک اللہ کے بندے حق پر ہیں اور شیطان کے پیرو کا نقصان اٹھانے والے ہیں۔

اس کے بعد نبیؐ نے کئی استعارہ ارشاد فرمائے جن کا ماحصل یہ ہے۔  
 دائے ہو تم پر کہ تم نے بے جرم و خطا میرے بھائی کو موت کے گھاٹ اتار دیا یعنی قریب تمہاری سزا جہنم کی دیکھتی ہوئی آگ ہوئی کہ تم نے ایسے شخص کو بے گناہ (فقدًا) قتل کیا جس کا خون خدا اور اس کے رسولؐ نے قرآن میں حرام کیا ہے۔ تم کو دوزخ کی بشارت ہو۔ تم روز قیامت یقیناً جہنم کا اندھن ہو گے۔ اور میں ساری عمر اپنے بھائی پر جو بعد از رسولؐ تمام مخلوق سے بہتر ہے گریہ و زاری کرتی رہوں گی اور آنسوؤں کے دریا اس غم جاودانی میں بہاتی رہوں گی۔

راوی کا بیان ہے کہ سیدہ کے اس خطاب کے بعد مجمع سامعین پر حزن و ملال طاری ہو گیا لوگ آہ و بکا و نوحہ و گریہ کرنے لگے۔ عورتوں نے اپنے بال پر لیشیاں کر لئے۔ سر میں خاک ڈالی۔ منہ پر طمپانچے مارنے لگے۔ رخصتارے چھپنے لگے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے نالہ و شہیون برپا ہوا فضا میں کہرام برپا ہو گیا۔ ہر طرف واویلا، وامصیبتا کا شور اٹھا، ہر سو ماتم شروع ہوا۔ اور لوگوں نے یزیدی ظلم کے خلاف علانیہ احتجاج کیا۔ راوی کہتا ہے کہ اس دن سے زیادہ کوئی روز ایسا گریہ و بکا کا ہمارے دیکھنے میں نہیں آیا۔

جب امام زین العابدین علیہ السلام نے یہ کیفیت ملاحظہ فرمائی تو لوگوں کو چپ ہونے کا اشارہ کیا اور بعد میں حمد خدا اور نعت رسولؐ کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا۔



ہمیں اس بات کا پوری طرح احساس ہے کہ موجودہ عالمی حالات کے پیش نظر ایسے فرسودہ موضوعات پر صرف وقت کسی طرح مفید نہیں ہے لیکن سخت مجبوری کے تحت اس شرمناک واقعہ پر قلم اٹھانا ضروری خیال کیا گیا کیونکہ بعض شہسیندغا ناصر جان بوجھ کر ایسے لا حاصل مسائل کی تہنیر کر کے ایک طرف خاندان رسول سے اپنی دشمنی کا اظہار کر رہے ہیں تو دوسری طرف اسلام جیسے مصطفیٰ و پاکیزہ دین کو اس قسم کی شرمناکیوں کے ساتھ پیش کر کے دین الہی کی تذلیل پر کمر بستہ ہیں۔ لہذا ناموس اکابرین اسلام اور تحفظ طہارت دین کے لئے اس مضر پروپیگنڈے کی نشرو اشاعت کی روک تھام کی جانب یہ قدم اٹھایا گیا کیونکہ اگر ایسے موضوعات کی تردید نہ کی جائے تو یہ خاموشی اور حشیم پوشی مستقبل قریب میں سخت رسوائی کا سبب ٹھہر سکتی ہے۔

بے باک قلم کاروں، مفسد مقررہوں اور ناعاقبت اندیش عالموں نے اس بات کی قطعاً پرواہ نہیں کی کہ ان کے ایک موضوعات سے صحابہ کرام کا وقار خاک میں ملتا ہے پھنور اور اہلبیت الطہارہ کی توہین ہوتی ہے۔ انھیں صرف اپنے ممدوح کی جھوٹی سچی مدح سے غرض ہے خواہ ان کی یہ اندھی محبت رکشن دشمنی ثابت ہو یا ان کی بے جا عقیدت دوسرے مذاہب کی نظریں اسلام کی توضیح و تذلیل بن جائے۔ مگر مرغا ایک طنانگ یہ ہی رہے گا۔

افسوساً عقیدۃ کلثومؓ پر ہر اسی طرف سے لاتعداد کتب پیش کی جا چکی ہیں جو تاہنوز لاجواب ہیں مگر پھر بھی دل بدن بعض ضدی افراد اس جھوٹ کی پیٹاری کو بازار میں فروخت کرنے لاتے رہتے ہیں اور یہ بات نہیں سوچتے ہیں کہ یہ خاک اپنے ہی سر میں پڑے گی۔ چاند پر تھو کا واپس اپنے

پر پلٹے گا۔ دُنیا نے پہلے تو ترا خلیلا رسولؐ، بلکہ کہ بدنام کیا تھا اب  
عُباس بن خلیفہؓ، بھی چھپ سکتا ہے کہ پھر ہمیں مُنہ چھپانے کا  
کوئی نمونہ بھی نظر نہ آئے گا۔ گھر کے چراغ سے گھر کو آگ لگے گی۔

پس دوسرے مذاہب میں اسلام کی حرمت بحال رکھنے کے لئے کھڑی  
ہے کہ ایسے بے ہودہ اختلافات نہ ہوانہ دی جائے کہ اس سے عجوبہ کی طرح  
خسارہ ہی خسارہ ہے۔ ایسی ہیام سوز، پست اخلاق اور مضحکہ خیز باتوں  
سے دوسرے مذاہب والے اسلام پر انگلیاں اٹھاتے ہیں۔ مسلمانوں کی کوتاہیوں  
پر ہنسی اڑاتے ہیں۔ مُنہ مزا جوں کی عقلیں دنگ ہو جاتی ہیں۔ نگاہیں شرم  
سے کُڑ جاتی ہیں۔ نظریں پتھر ہو جاتی ہیں۔ سہ گرمیاں میں چھپ جاتے ہیں  
گردنیں شرم کے مارے جھک جاتی ہیں۔ پیرے فق ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔  
کلیے مُنہ کواتے ہیں۔ زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں۔ سخت ذلت، شدید سوائی  
و بدنامی کا سامنا ہوتا ہے۔ مذہب سے بیزاری کے خیالات ذہن پر تسلط  
جمالتے ہیں۔ ہر راہ مہدود نظر آتی ہے کہ جائیں تو کدھر جائیں۔ روایات  
کو مانیں یا دین کو بچائیں۔

فرق ہائے اسلامیہ کے اختلافات کو اگر داخلی لحاظ سے دیکھا جائے  
تو لاتعداد مسائل متنازعہ سامنے آتے ہیں ہر مکتب فکر کی جانب سے  
اپنے مسلک کی تائید میں متعدد تقاضائیں موجود ہیں بڑے بڑے منظرے  
ہوتے ہیں اور اپنے اپنے حق میں زور صرف کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں  
رکھی گئی لیکن یہ مسائل اندرونی و داخلی حیثیت کے ہیں اور ان  
مباحثوں میں کم سے کم ایسی کوئی بات نہیں ہے جو غیر مذاہب والوں  
کے لئے ہمارے خلاف ہتھیار مہلک ثابت ہو سکے۔ کھٹیک ہے اند کوئی  
معاملات ہیں جو آپس میں تفہیم و افہام سے طے ہو سکتے ہیں لیکن چند

امور ایسے بھی ہیں جن کی ہرگز کوئی مستحکم بنیاد نہیں ہے ان کو اس طرح مشہور کر دیا گیا ہے کہ اب جھوٹ بھی سیچ دکھائی دینے لگا ہے۔ ان میں عقداً کلثوم کا افسانہ بھی ہے لیکن یہ اختلاف تو ایسا ہے کہ منصف عقل انگشت بدنداں نظر آتی ہے۔ یہ فقہ و اہی اسلام کے جسم پر نہ تو سوز نظر آتا ہے۔ وہ دین جو داعی شرافت و شرم و حیا ہے۔ جو بلند اخلاقی اور پاکیزہ معاشرت کی ضمانت دیتا ہے اسی دین کی مسند پر نہ بیٹھنے والا مدعی خلافت بزرگ عالم میری میں ایسی شرمناک حرکات کا مرتکب ہوتا ہے کہ اس واقعہ کو نقل کرنے پر بھی راقم و ناظر دونوں پانی پانی ہوئے جاتے ہیں۔

ایسے ناگفتہ بہ واقعات کا بیان سراسر اسلام کی بدخواہی، دین کی تحقیر و تقصیر اور بد مذہبوں کی تہذیب کی تہذیب ہے۔ لہذا استقامت مخلصانہ سے دُور و مندانہ اپیل کی جاتی ہے کہ وہ تحفہ فدا میں آکر دین اور اکابرین اسلام کی مٹی پلید ہونے سے پہلے ہی حفظ و اتمام کی احتیاطی تدابیر اختیار کریں اور ہر بات کو کہنے سے پہلے سوچیں کہ ہم اسلام اور بد مذہبوں کا اسلام کی عزت افزائی کر رہے ہیں یا تعظیم کشتی حقل و انصاف کے تہذیب و برتوں کو طرآن و حدیث کی کسوٹی پر جانچ کر فطرت و عدل کی میزان دیکھ کر کسی امر کا پرچار کریں حتیٰ مصلحت کے تحت جوابات آپ کو مفید نظر آتی ہے وہ دائمی طور پر نصرت رسالہ ہو سکتی ہے لہذا پہلے تو لو بھرو۔

»خبروں میں اگر صرف روایت پر اعتبار کر لیا جائے اور عادت کے اصول اور سیاست کے قواعد اور انسانی سوسائٹی کے اقتضائے کا لحاظ ابھی طرح نہ کیا جائے اور غائب کو حاضر اور سال کو شتمہ پر نہ قیاس کیا جائے تو اکثر لغزش ہوگی۔«

یہ عبادت جلیلہ القدر و درجہ اہل خلدوں کی ہے۔ اس اقتباس کے آئینہ میں افسانہ عقداً م کلثوم کو دیکھئے تو یقیناً عقل کا فیصلہ، ضمیر کی آواز، انسانیت کی بکار، شعور و حیا کی تائید، تہذیب و تیز کی تقدیر، اخلاق و تمدن کی تشریح مندرجہ ذیل ہوگی۔

”یہ قطعاً قطعی غلط مے بنیا دا اور بہتان عظیم ہے۔ کیونکہ یہ واقعہ خلاف عقل و قیاس ہے۔“ کسی خبر کا لغو ہونا از خود اس کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہوتا ہے۔ اور یہ فسانہ سر تا پا لغو ہے۔ حماقت ہے۔ بے مقصد تصنیع وقت ہے۔

## سیدہ ام کلثوم کا مشہور نسخہ

۱۔ اے ہمارے نانا کے مدینہ تو ہم کو قبول نہ کرے کیونکہ ہم غم و حزن لے کر آئے ہیں۔

۲۔ اے مدینہ! رسول اللہ کی خدمت میں ہمارے طرف سے عرض کر کہ ہم اپنے پدر بزرگوار کی مصیبت میں گرفتار ہوئے۔

۳۔ اے مدینہ! ہمارے مرد کربلا میں بے سر پٹے ہیں اور ہمارے فرزند ذبح ہو چکے ہیں۔

۴۔ ہمارے نانا کو خبر کہ ہم گرفتار کر کے قیدی بنا لئے گئے۔

۵۔ اور اے خدا کے رسول! آپ کا خاندان کربلا میں بے گور و کفن پڑا ہے ان کے کپڑے تک چھین لئے گئے۔

۶۔ خنیں کو شہید کیا اور آپ کی رعایت ہمارے واسطے نہ کی۔

۷۔ اے رسول خدا! کاش آپ اپنی آنکھوں سے ان قیدیوں کو پالان شہر پر سوار دیکھتے!

۸۔ یا رسول اللہ! پردہ و حجاب کے بعد یہ نوبت آگئی کہ لوگ ہمارا امثالہ

دیکھنے کے لئے آئے۔

۹۔ یا رسول اللہ! آپ ہماری حفاظت و نگہداشت فرماتے تھے آپ کے بعد دشمنوں نے ہم پر هجوم کیا ہے۔

۱۰۔ اے فاطمہ! کاش آپ اپنی بیٹیوں کو دیکھتیں کہ کس طرح قیدی بنا کر شہر شہر بھرائی گئی ہیں۔

۱۱۔ اے فاطمہ! کاش ہم سرگشتوں کی جانب آپ دیکھتیں اور کاش زین العابدین کی حالت کو ملاحظہ فرمائیں۔

۱۲۔ اے فاطمہ! کاش آپ دیکھتیں کہ راتوں کی بیداری نے ہم کو اندھا کر دیا ہے۔

۱۳۔ اے فاطمہ! جو مہاجر ہم نے دشمنوں کے ہاتھوں برداشت کئے ہیں ان منظر سے کہیں سوا ہیں جو آپ نے اپنے دشمنوں سے اٹھائے تھے۔

۱۴۔ اے فاطمہ! اگر آپ ہمتیں تو ہماری حالت دیکھ کر قیامت تک روئیں اور نوحہ کرتیں۔

۱۵۔ (اب ذرا) بقیع میں جا کر حبیب خدا کے فرزند کو لپکاؤ۔

۱۶۔ اور کہو کہ اے چچا حسن مجتبیٰ آپ کے بھائی کے عیال و اطفال مار ڈالے گئے۔

۱۷۔ اے چچا آپ کا ماں جایا بہت دور کر بلا کی ریت پر پڑا ہے۔

۱۸۔ بغیر سسر سے ۷ ملام کر رہا ہے جس میں پندرہ سے و درندے فوج ہو بکا کر رہے ہیں۔

۱۹۔ اے مولا کاش آپ وہ منظر دیکھتے جبکہ بے یار و مددگار اہل حم کو بے گناہہ اونٹوں پر تشہیر کیا جا رہا تھا اس وقت آپ کے اہل عیال سرنگے نظر آتے تھے۔

۲۱۔ اے ہمارے نانا کے مدینہ! اب ہم تجھ میں رہنے کے قابل نہیں رہے کیونکہ بڑے رنج و غم کو لے کر آئے ہیں۔

۲۲۔ جب ہم تجھ سے نکلے تھے تو تمام اہل و عیال کے ساتھ نکلے تھے اور اب جو پلٹے ہیں تو نہ مردوں کا سایہ ہمارے سروں پر ہے نہ بچے ہماری گودوں میں ہیں۔

۲۳۔ مدینہ سے نکلتے وقت ہم سب اکٹھا ہو کر نکلے تھے لیکن جب لوٹے تو سر پہنہ ہو چکے تھے۔ ہماری چادریں چھینی جا چکی تھیں۔

۲۴۔ مدینہ سے نکلتے وقت ہم اللہ کی امان میں تھے جب واپس آئے ہیں تو خائف و ترساں ہیں۔

۲۵۔ جب ہم یہاں سے نکلے تھے تو ہمارا ولی و وارث حسین ہمارے سر پر موجود تھا اور اب ان کو کربلا میں دفن کر کے آ رہے ہیں۔

۲۶۔ ہم وہ ابطے ہوئے ہیں جن کا کوئی کفیل نہیں ہے۔ ہم اپنے بھائی کے لڑکھوہے ہیں۔

۲۷۔ ہم وہ ہیں جن کو شتران برہنہ پیر و بدر بھرا یا گیا۔

۲۸۔ ہم یسین و ظہ کی دختران ہیں۔ ہم اپنے باپ کی لڑکھوہے ہیں۔

۲۹۔ ہم وہ پاکیزہ محدثات ہیں جن کی طہارت چھپی ہوئی نہیں ہے۔ ہم برگزیدہ ہیں۔

۳۰۔ ہم بلاؤں پر صبر کرنے والے ہیں۔ ہم صدق و صفا والے ہیں۔

۳۱۔ اے نانا! آپ کی اُمت نے حسین کو مار ڈالا۔ اور آپ کا کوئی

خیال نہ کیا۔

۳۲۔ اے نانا! دشمن اپنی مراد کو پہنچ گئے اور ہمارے بارے میں انھوں

نے اپنی شقاوت کی انتہا کر دی۔

۳۲۔ انھوں نے عورتوں کی بے حرمتی کی اور ظلم و قہر سے ان کو اذیتوں  
بمہر پھرایا۔

۳۴۔ انھوں نے زمین کو خیمہ سے باہر نکالا فاطمہ گمیاں ہیں۔  
۳۵۔ سکینہؓ سوزشِ غم سے فریاد کناں پروردگارِ عالم کو مدد کے لئے پکار  
رہی ہے۔

۳۶۔ خیانت کاروں نے زین العابدینؑ کو ذلت کے ساتھ تھکڑیاں  
اور بیڑیاں پہنائی ہیں اُن کے قتل کا ارادہ کیا۔  
۳۷۔ ان مرنے والوں کے بعد زندگی دنیا پر خاک ہے کیونکہ اسی دین کے  
سبب ہم کو موت کا جام پلایا گیا ہے۔  
۳۸۔ اے سُننے والو! یہ ہے میری داستانِ غم اور شرحِ حال  
ہم پر گم یہ و بکا کہ و۔

(بحار الانوار حصہ دوم صفحہ ۸۳)

سیدہ اُم کلثوم سلام اللہ علیہا کا یہ نذرہ شیعہ و سنی محدثین و مؤرخین  
نے اپنی کتب میں درج کیا ہے جب قافلہ ساداتِ اسیری سے مدینہؓ کی طرف  
پلٹا تو شہرِ مدینہ نے مدینہ کو دیکھتے ہی گم یہ و بکا شروع کر دیا اور خوب  
روئیں شہرِ مدینہ کی جانب توجہ کر کے مندرجہ بالا پُر درد نذرہ پڑھا۔ بی بی پاک  
اسیرہؓ کہ بلا سیدہ اُم کلثوم صلوٰۃ اللہ علیہا کا یہ نذرہ ثابت کرتا ہے کہ  
آپ واقعہؓ کے بعد اس کمرۂ ارضی پر حیاتِ تمھیں اور آپؐ کا اپنے  
نانا، والدہ معظمہؓ اور بہادرِ محترم کو پکارنا اس بات کی قوی دلیل ہے  
کہ آپ لطفِ سیدہ طاہرہ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے تھیں نہ کہ حضرت علی  
علیہ السلام کی کسی دوسری زوجہ سے۔

پس ثابت ہوا کہ وہ اُم کلثوم جو حضرت عمرؓ کے عقد میں آئیں۔ حضرت

علیؑ وفا طمہ کی دختر نہ تھیں۔ کیونکہ زوجہ عمر کا انتقال عہد معاویہ میں ہو گیا جبکہ بنت علیؑ کی وفات ۶۲ھ یا ۶۵ھ یا ۶۸ھ میں باختلاف روایات بیان ہوئی ہے۔

لہذا عقل و نقل کی بنیاد پر شیعہ و سنی کی نہایت معتبر و مستند کتب سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدۃ النساء العالمین حضرت فاطمہؑ کی صاحبزادی حضرت اُمّ کلثومؑ حضرت عمرؓ کی رشتہ میں پرورداسی تھیں لہذا افسانہ نکاح اُمّ کلثومؑ ہر لحاظ سے باطل ہے اور اس عقد کو فرض کرنے سے حضرت عمرؓ کی سخت توہین اور حضرت علیؑ کی بہت بے عزتی ہوتی ہے۔

ہم قرآن مجید کی اس آیت کو اپنی اس کتاب کا تتمہ بالآخر قرار دے کر التماس دعا کرتے ہیں۔

”قد بیتناکم الایات ان کنتم تعقلون“  
ہم نے تمہارے سامنے بدلائل ثابت کر دیا اگر تم عقلمند ہو۔

واللہ الحمد ظاہراً و باطناً

والسلام

عبدالکریم مشتاق